اخبار الرایہ

شمار نمبر 581

(07-جنوری-2026)

(عربی سے ترجمہ)

نیا شام: ایک خطرناک مرحلے پر غیر منصفانہ قید کی سزائیں 3

سقوطِ خلافت کی 105 ویں برسی کے موقع پر حزب التحریر کے امیر، جلیل القدر عالم عطاء بن خلیل ابو رَشتہ (حفظہ اللہ) کا خطاب 6

اے امتِ اسلام! 13

حزب التحریر کا مرکزی میڈیا آفس۔ خلافت کی مسماری کی یاد میں حزب التحریر کی عالمی سرگرمیوں کی کوریج 1447ھ-2026ء 15

غلطی کا اعتراف نجات ہے، زوال نہیں 17

سیاسی اعتراف یا جغرافیائی سٹریٹیجک سرمایہ کاری؟ 18

پندرھویں سالگرہ پر: تیونسی انقلاب، بیرونی صف بندی اور اندرونی کشمکش کے درمیان 22

امریکہ مادورو کا تختہ کیوں الٹنا چاہتا تھا؟ 27

ٹرمپ نے شامی گولان کی پہاڑیاں یہودی وجود کو عطیہ کر دیں 29

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے درمیان ایک اعصاب شکن جنگ؛ 30

میدانِ جنگ: حضرموت 30

عراق کے لیے اقوامِ متحدہ کے امدادی مشن (UNAMI) نے عراق کو کیا دیا؟ اور وہ عراق کو کس حال میں چھوڑ کر گیا؟! 35

نئے شام میں: مجرموں کو بری کر دیا گیا، معزز لوگوں کو سزا سنائی گئی 39

اے مسلمانوں کی افواج! خبردار، خبردار! اس سے پہلے کہ یہ مبارک مہینہ رجب گزر جائے، نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے حزب التحریر کو اپنی نصرۃ (عسکری مدد) فراہم کر دیں۔ تب مسلمانوں کے درمیان آپ کا مقام ان عظیم "انصار" (رضی اللہ عنہم) جیسا ہو گا۔ ورنہ اللہ کی قسم، یہ دنیا اور آخرت میں رسوائی کا باعث ہو گا۔ خلافت کا یہ منصوبہ حزب التحریر نے آپ کی امت کی بیداری اور اس کی ریاست کی تعمیر کے لیے ایک راہِ عمل (روڈ میپ) کے طور پر اپنایا ہے۔ اب صرف آپ کا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی پکار پر لبیک کہنا باقی ہے، جس کی پکار کبھی جھوٹی نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ کی قسم، یہی دنیا اور آخرت میں عزت ہے۔

ادار یہ

نیا شام:ایک خطرناک مرحلے پر غیر منصفانہ قید کی سزائیں

تحریر:استاد احمد معاذ

(ترجمہ)

جمعہ (2026/01/02) کو ادلب کے 'سیون ویلز' (سات کنویں) چوراہے پر ان حراست میں لیے گئے مجاہدین کے رشتہ داروں نے ایک احتجاجی مظاہرہ کیا جنھوں نے گزشتہ سال مارچ میں ساحلی علاقوں کے واقعات کے دوران ریاست کا ساتھ دیا تھا۔ مظاہرین نے اپنے بیٹوں کی رہائی کا مطالبہ کیا جنھیں ملک میں 'شہری امن' کی خلاف ورزی کے الزامات کے تحت کئی مہینوں سے قید کر رکھا ہے۔ کئی مظاہرین نے اس بات کی نشاندہی کی کہ ان کے بیٹے شامی ریاست کی حمایت اور انقلاب کے ثمرات کے دفاع کے لیے ساحل پر گئے تھے، جسے سابقہ بشار الاسد حکومت کے باقی ماندہ عناصر کچلنے کی کوشش کر رہے تھے۔ احتجاج میں شریک متعدد کارکنوں نے سوال اٹھایا کہ کیوں معزز مجاہدین کو قید کیا جا رہا ہے، جبکہ بشار حکومت کے سینکڑوں غنڈوں کو اس بہانے رہا کیا جا رہا ہے کہ ان کے ہاتھ خون سے نہیں رنگے ہوئے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مارچ 2025 میں شامی ساحلی علاقے میں بغاوت کی کوشش کے دوران سیکورٹی فورسز، پولیس اور فوج کے بہت سے لوگ سابقہ حکومت کے باقی ماندہ عناصر اور مجرمانہ فرقہ پرست گروہوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔

ادلب صوبے میں یہ عوامی غم و غصہ اور تحریکیں ایک ایسے وقت میں سامنے آئی ہیں جب شامی عدلیہ کی جانب سے حزب التحریر کے ارکان کو دی گئی غیر منصفانہ سزاؤں پر غصہ بڑھ رہا ہے، جو ادلب کی جیلوں میں تین سال سے قید ہیں۔ یہ سزائیں تین سے دس سال تک کی قید پر مبنی ہیں، جو کسی بھی قانونی عمل سے عاری غیر قانونی مقدمات کے بعد سنائی گئیں۔ عدالت ایک غار میں لگائی گئی، جج نقاب پوش تھے، اور فیصلے غیر منصفانہ اور ظالمانہ تھے۔ یہ واضح رہے کہ حزب التحریر کے ان ارکان کو، بہت سے دوسرے لوگوں کے ساتھ، سیاسی معاہدوں کی مخالفت، فرنٹ لائنز (جنگی محاذوں) کی بندش کی مخالفت اور اس وقت کی حکومت کے خلاف لڑنے کی ممانعت کی مخالفت پر گرفتار کیا گیا تھا۔ اس لیے وہ صرف ضمیر

کے قیدی ہیں۔ اس کے باوجود، انہیں طویل قید کی سزائیں سنائی گئیں، جس نے لوگوں کو خاموشی توڑنے اور ایک بڑی میڈیا مہم شروع کرنے پر مجبور کیا، جس میں ادلب کی جیلوں میں موجود ضمیر کے تمام قیدیوں کی فوری رہائی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

یہ سب کچھ ایک مشکوک حکومتی خاموشی کے درمیان ہو رہا ہے، جبکہ حکومت کے غنڈوں، فوجیوں، افسروں اور مجرموں کے بڑے گروہوں کو رہا کیا جا رہا ہے، وہ لوگ جو شامی عوام کے خون خرابے میں ملوث رہے اور انقلاب کے سالوں کے دوران حکومت کے جرائم میں حصہ لیتے رہے۔ ان میں سے کچھ، یہاں تک کہ منشیات کے اسمگلروں کو بھی قبائلی ثالثی اور بھاری رقوم کے عوض آزاد کر دیا گیا ہے۔ عبوری حکومت کی جانب سے انصاف کی یہ کھلی خلاف ورزی انتہائی افسوسناک ہے، جس کے وزراء اور حکام مسلسل شامی عوام کے ساتھ اپنی مبینہ وابستگی کا ڈھنڈورا پیٹتے رہے ہیں۔

انصاف حکمرانی کی بنیاد ہے، لیکن ایسا لگتا ہے کہ عبوری مرحلے کی قیادت اس اصول کو پڑھتی تو ہے مگر اس کے معنی سمجھنے میں ناکام ہے۔ وہ لوگوں کی دیکھ بھال کرنے اور عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کرنے کی اپنی شرعی ذمہ داری پوری کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ درحقیقت، ان کے پیروکاروں میں سے ایک یہاں تک کہہ گیا کہ ادلب کی جیلوں میں موجود ضمیر کے قیدی ریاست کے لیے پرانی حکومت کے باقی ماندہ عناصر، سیریان ڈیموکریٹک فورسز (SDF) اور حکومت کے غنڈوں سے زیادہ بڑا خطرہ ہیں! یہ ملک کے امور کو چلانے میں غالب ذہنیت کو ظاہر کرتا ہے، اور ایک خطرناک مرحلے کی بنیاد رکھتا ہے جس کی ابتدائی علامات شامی عوام کے سامنے ظاہر ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ یہ لوگوں کو بتاتا ہے کہ انقلاب کے ثمرات خطرے میں ہیں، جب تک کہ گروہی قیادت کی ذہنیت برقرار ہے، مخالفین کے ساتھ غیر منصفانہ سلوک جاری ہے، اور ایک متحدہ ریاست کا تصور، جیسا کہ وہ دن رات دعویٰ کرتے ہیں، ابھی تک اپنایا نہیں گیا ہے۔

ملک ایک نازک مرحلے سے گزر رہا ہے، اور چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے درست حل تلاش کرنے کی پہل کرنا ناگزیر ہے۔ عوامی مطالبات کو نظر انداز کرنا اور غیر ملکی دباؤ کے جواب میں اشتعال انگیزی کے راستے پر چلتے رہنا ملک یا اس کے عوام کے لیے کوئی بھلائی نہیں لائے گا۔ ضمیر کے قیدیوں کے مسئلے کو اس کی بنیاد سے حل کیا جانا چاہیے، کیونکہ اس کے اثرات بدتر ہو رہے ہیں اور ناانصافی کے نتائج ہولناک ہوتے ہیں۔ انقلاب کے دشمنوں، بشار حکومت کی معزول

شخصیات اور اس کے باقی ماندہ عناصر، کو رہا کرتے ہوئے ان قیدیوں جیل میں رکھنا انتہائی خطرناک ہے، یہ ایک علامت بھی ہے اور اس کے گہرے اثرات ہوں گے، اور یہ ہمیں ناپسندیدہ نتائج کی طرف دھکیل رہا ہے۔

شامی عوام، جنہوں نے شروع سے ہی ناانصافی کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا، انہیں مبارک انقلاب کے اصولوں پر اس وقت تک ثابت قدم رہنا چاہیے جب تک کہ اس کے مقاصد مکمل طور پر حاصل نہ ہو جائیں۔ ان مقاصد میں سب سے اہم انصاف کا قیام اور ظلم کا ردہے۔ انہیں نعروں اور عارضی رجحانات سے متاثر نہیں ہونا چاہیے، اور نہ ہی اس مرحلے کی قیادت پر غیر ملکی دباؤ ناانصافی میں اضافے، کنٹرول کھونے اور تباہ کن نتائج اور بھاری نقصان کا باعث بننا چاہیے۔ ہم یہاں ہزاروں مسائل میں سے صرف ایک مسئلے کی بات کر رہے ہیں جسے صرف اسلام کے منصفانہ نظامِ حکومت اور اس کی طویل انتظار کے بعد قائم ہونے والی ریاست کے فریم ورک کے اندر ہی حل کیا جا سکتا ہے۔

ذمہ داری بہت بڑی ہے، اور خطرات بہت زیادہ ہیں۔ اللہ (سبحانہ و تعالیٰ) دیکھتا ہے، سنتا ہے اور جو کچھ دلوں میں ہے اسے جانتا ہے۔ لہٰذا، اللہ سے ڈرو اور ناانصافی سے بچو، کیونکہ ناانصافی اندھیرا ہے، اور اس کے نتائج آخرت سے پہلے اس دنیا میں بھی ہولناک ہوتے ہیں۔

سقوطِ خلافت کی 105 ویں برسی کے موقع پر حزب التحریر کے امیر، جلیل القدر عالم عطاء بن خلیل ابو رَشتہ (حفظہ اللہ) کا خطاب

(ترجمہ)

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، اور درود و سلام ہو اس کے رسول ﷺ پر، آپ ﷺ کی آل و اصحاب (رضوان اللہ علیہم) پر اور ان لوگوں پر جنہوں نے آپ ﷺ کی پیروی کی۔

امتِ مسلمہ کے نام، جو اللہ کے اذن سے جہاد، عدل اور احسان والی امت ہے، وہ بہترین امت جو لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے، اللہ اسے فتح و نصرت اور غلبہ عطا فرمائے۔

خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کے از سرِ نو آغاز کے لیے کام کرنے والے دعوت کے علمبرداروں کے نام جنہیں ہم اللہ کے اذن سے متقی، پاکباز، معزز اور امانت دار تصور کرتے ہیں۔

آج سے 105 سال قبل، رجب 1342ھ کے آخر میں، یعنی مارچ 1924ء کے آغاز میں، اُس وقت کے استعماری کفار، برطانیہ کی قیادت میں، عرب اور ترک غداروں کی مدد سے خلافت کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مجرمِ زمانہ مصطفیٰ کمال نے خلافت کا خاتمہ کر کے، استنبول میں خلیفہ کا محاصرہ کر کے اور اسی روز بوقتِ فجر اُنہیں جلاوطن کر کے، اپنے کفر کا کھلم کھلا اعلان (کفرِ بواح) کیا۔ یوں خلافت کے سقوط سے، جو مسلمانوں کی عزت کا باعث اور ان کے رب کی خوشنودی کا

ذریعہ تھی، مسلمانوں کے علاقوں میں ایک ہولناک زلزلہ آگیا۔ امتِ مسلمہ پر فرض تھا کہ وہ مصطفیٰ کمال کے ساتھ ہتھیاروں سے قتال کرتی، جیسا کہ عبادہ بن صامتؓ سے مروی متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْراً بَوَاحاً عِنْدَكُمْ مِنْ اللَّهِ فِيهِ بُرْهَانٌ»** "اور ہم اربابِ اختیار سے اقتدار کے معاملے میں تنازع نہیں کریں گے، الا یہ کہ تم ان سے کھلا کفر (کفرِ بواح) دیکھو جس کے بارے میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے واضح دلیل موجود ہو"۔ تاہم امت اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کر گئی اور مجرم مصطفیٰ کمال اور اس کے حواریوں کو روکنے کے لیے ایسے ناگزیر اقدام نہ کیے کہ جس کے نتیجے میں وہ اور اس کے حامی شکست خوردہ اور ناکام ہو جاتے۔ یوں خلافت کے خاتمے سے برپا ہونے والا زلزلہ جاری رہا... اور پھر کافر استعمار کا اثر ورسوخ مسلمانوں کی سرزمینوں پر مستحکم ہو گیا، انہوں نے مسلمانوں کی سرزمین کو تقسیم کر دیا اور اسے تقریباً 55 ٹکڑوں میں بانٹ دیا!

پھر مسلم ممالک کے **رُوَيبِضَة** (کم ظرف اور نااہل) حکمرانوں نے اس میں ایک اور زلزلے کا اضافہ کر دیا، انہوں نے یہودیوں کو ارضِ مقدس فلسطین پر قبضہ کرنے سے نہ روکا، جو نبی کریم ﷺ کے اسراء اور معراج کی سرزمین ہے، اور پھر وہ اس سے بھی زیادہ گر گئے... وہ یہوی وجود کے ساتھ تعلقات کی بحالی (نارملائزیشن) کی طرف لپکے، اس کے بغیر کہ یہودی وجود کسی بھی چیز سے دستبردار ہو!! ان میں سے بعض نے پسِ پردہ یہ جرم کیا، اور بعض نے رات دن علانیہ اس جرم کا ارتکاب کیا! یوں سب کے سب اس جرم میں سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں، اور اس ذلت کی کوئی پروا نہیں کرتے جو ان کو سر سے پاؤں تک ڈھانپے ہوئے ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ**﴾ "عنقریب ان مجرموں کو اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب پہنچے گا، اُس مکر کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے" (سورۃ الانعام: آیت 124)۔

اے مسلمانو! جب آپ کے سر سے خلافت کا تاج چھین لیا گیا تو آج آپ کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ آپ پر '**رُوَيبِضَة**' (کم ظرف اور نااہل) حکمران مسلط ہیں جو جابر ٹرمپ سے احکامات لیتے ہیں، یہاں تک کہ غزہ ہاشم اور تمام ارضِ مقدس فلسطین کے معاملے میں بھی۔ ستمبر 2025ء میں ٹرمپ نے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی اجلاس کے موقع پر ایک میٹنگ کی صدارت کی جس میں سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، قطر، مصر، اردن، ترکی، انڈونیشیا اور پاکستان شامل تھے، اور اسے اہم ترین نشست قرار دیا۔ پھر اس نے ان پر ایک 20 نکاتی منصوبہ پیش کیا، بلکہ مسلط کیا۔ اس منصوبے کے نکات غزہ کے سقوط، اسے زیرِ نگیں کرنے اور اسے ٹرمپ اور یہودی وجود کے لیے کھیل کا میدان بنانے کی غرض سے نوآبادی میں تبدیل کرنے، کی طرف اشارہ کر رہے تھے! اس کے بعد سیسی نے مصر میں ٹرمپ اور اس کے مکروہ منصوبے کے لیے ایک تقریب منعقد کی۔ یہ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد 2803 کی تمہید تھی، جو غزہ کے انتظام کے لیے ایک ٹرسٹی شپ یا استعماری بورڈ مسلط کرنے کی بات کرتی ہے، جسے ٹرمپ 'امن بورڈ' (

(Board of Peace) کہتا ہے! پھر ٹرمپ نے اعلان کیا کہ وہ 2026 کے آغاز میں غزہ کے لیے اس بورڈ کے اراکین کا اعلان کرے گا جس کی سربراہی وہ خود کرے گا۔ الجزیرہ نے اس حوالے سے نقل کیا: "غزہ کی پٹی میں بین الاقوامی استحکام فورس کی قیادت کے لیے ٹرمپ کی طرف سے ایک امریکی جنرل کو مقرر کرنے کا امکان ہے"(الجزیرہ عربی 11/12/2025)۔ جس کا مطلب ہے کہ ٹرمپ غزہ میں گورننگ بورڈ اور استحکام فورس کو براہِ راست کنٹرول کرے گا! پھر ٹرمپ کے ایلچی اسٹیو وِٹکوف(Steve Witkoff) نے 19 دسمبر 2025 کو میامی میں "ثالث" ممالک، ترکی، مصر اور قطر، سے ملاقات کی تاکہ استحکام فورسز کی تعیناتی اور حماس کو غیر مسلح کرنے کے بارے میں بات چیت کے دوسرے مرحلے کو آگے بڑھایا جائے، اور اس پر عمل درآمد کے عملی اقدامات پر تبادلہ خیال کیا جائے! پھر ٹرمپ فلوریڈا میں نیتن یاہو سے ملا اور کہا کہ "اس کی ملاقات بہت نتیجہ خیز رہی"۔ اس نے صحافیوں سے مزید کہا کہ "اگر وہ (حماس) غیر مسلح نہیں ہوتے، جیسا کہ انہوں نے اتفاق کیا تھا، تو انہیں اس کی بھاری قیمت چکانی پڑے گی۔ انہیں قلیل وقت میں غیر مسلح ہونا پڑے گا"۔ ٹرمپ یہ اس وقت کہہ رہا ہے جب وہ غزہ پر مسلط ایک وحشیانہ جنگ میں یہودی وجود کو ہر قسم کے بھاری اور مہلک ترین ہتھیار فراہم کر رہا ہے جو انسانوں، درختوں اور پتھروں کو تباہ کر رہے ہیں۔ ٹرمپ یہ سب کچھ مسلم ممالک کے حکمرانوں کے مکمل علم سے اور ان کی ملی بھگت سے کہہ رہا ہے اور کر رہا ہے۔ یہ وہی مسلم حکمران ہیں جنہوں نے ارضِ مقدس فلسطین کی آزادی پر چُپ سادھ کر اس کے ساتھ غداری کی، اور ٹرمپ کے 20 نکات پر تالیاں بھی بجائیں!

پھر یہ محض فلسطین نہیں ہے کہ جس کے ساتھ ان حکمرانوں نے غداری کی ہے، بلکہ ان ممالک کے ساتھ بھی ان حکمرانوں نے غداری کی جن پر وہ کافر استعمار، خاص طور پر امریکہ کے مفاد کے مطابق حکومت کر رہے ہیں۔ جنوبی سوڈان کو شمال سے الگ کر دیا گیا، اور دارفور بھی اب اسی راستے پر ہے۔ لیبیا بھی تنازعہ میں گھرا ہوا ہے اور دو ریاستوں میں تقسیم ہے۔ یمن شمالی اور جنوبی حصوں میں بٹا ہوا ہے، اور جنوب بھی مزید بکھر رہا ہے! جدید شام امریکہ کی آغوش میں جا رہا ہے، جس کا حکمران سابقہ ظالم حکومتی کارندوں اور غنڈوں کو رہا کر رہا ہے جبکہ حزب التحریر کے ارکان کو، جو خلافت کی پکار بلند کرتے ہیں، پابندِ سلاسل رکھا ہوا ہے اور انہیں دس دس سال تک کی سزائیں سنائی جا رہی ہیں۔ یہ 'رویبضہ' نااہل حکمران صرف اسی پر راضی نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے سرزمینِ اسلام کے دیگر حصوں کو بھی دشمن کے حوالے کر دیا یا ان سے دستبردار ہو گئے۔ کشمیر پر ہندو مشرکوں نے قبضہ کر لیا، روس نے چیچنیا اور وسطی ایشیا کے دیگر مسلم علاقوں کو ہتھیا لیا۔ مشرقی تیمور کو انڈونیشیا سے الگ کر دیا گیا۔ قبرص، جو برسوں تک مسلمانوں کا قلعہ رہا، اب زیادہ تر یونان کے کنٹرول میں ہے۔ میانمار میں روہنگیا مسلمانوں کا قتلِ عام کیا جا رہا ہے، اور اگر وہ بنگلہ دیش میں پناہ لیتے ہیں، تو وہاں کی حکومت اِن مسلمانوں پر ظلم کرتی ہے اور ان کے دشمن کے خلاف لڑ کر ان کی حمایت کرنے میں ناکام رہتی ہے! پھر مشرقی ترکستان ہے، جس پر چین ایسے وحشیانہ مظالم ڈھا رہا ہے جن سے جنگل کے درندے بھی پناہ مانگیں۔ جبکہ مسلم ممالک کی موجودہ ریاستیں قبروں کی مانند خاموش ہیں، اور اگر وہ بولتی بھی ہیں تو کہتی ہیں کہ مسلمانوں پر چین کا ظلم و جبر

چین کا اندرونی معاملہ ہے! ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِباً﴾ "کتنی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے، وہ محض جھوٹ بولتے ہیں" (الکھف: آیت 5)۔

اے مسلم افواج کے سپاہیو! کیا آپ اس بات پر قادر نہیں کہ آپ اُن اسلام کے سپاہیوں کے نقشِ قدم پر چلیں جو آپ کے پیش رو تھے، اور اللہ کی راہ میں جہاد کے ذریعے فلسطین اور غزہ کو آزاد کرائیں، جسے اللہ غالب و قادرِ مطلق نے فرض کیا ہے اور جو اسلام کی بلند ترین چوٹی ہے۔ اور پھر مسلم سرزمین کے ایک ایک انچ کو واگزار کروائیں جسے اس کی اساس سے کاٹ دیا گیا ہے، یا جسے مشرق و مغرب میں کافر استعمار نے اپنے قبضے میں لے رکھا ہے، اور استعماری کفار کا ان کے ٹھکانوں تک پیچھا کریں؟ کیا آپ اس قابل نہیں ہیں؟ جی ہاں، اللہ کے اذن سے، آپ یقیناً قابل ہیں۔

آپ امتِ اسلام کے بیٹے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی امت، مہاجرین و انصار کی امت، خلفائے راشدین اور ان کے پیروی کرنے والے خلفاء کی امت۔ آپ ہارون الرشید کی اولاد ہیں، جس نے بازنطینی (رومی) شہنشاہ کی جانب سے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ توڑنے اور مسلمانوں کے خلاف جارحیت کے جواب میں کہا تھا: (الجواب ما تراه دون ما تسمعه) "میرا جواب تم سنو گے نہیں بلکہ آنکھوں سے دیکھو گے" اور ایسا ہی ہوا۔ آپ مُعتصم کی اولاد ہیں، جس نے ایک مسلمان عورت کی پکار پر لشکر کی قیادت کی، جب

بازنطینی رومیوں نے اس پر ظلم کیا اور اس نے صدا لگائی، (وا معتصماه) "ہائے اے معتصم!"۔ مزید یہ کہ، آپ صلاح الدین کی اولاد ہیں، جنہوں نے صلیبیوں کو شکست دی اور 27 رجب 583ھ (2 اکتوبر 1187ء) کو مسجدِ اقصیٰ کو ان کی نجاست سے پاک کرکے آزاد کرایا۔

آپ محمد الفاتح کی اولاد ہیں، وہ نوجوان سپہ سالار جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسولِ اللہ ﷺ کی اُس بشارت سے شرف یاب کیا، جو آپ ﷺ نے (بازنطینی سلطنت کے دارالحکومت) قسطنطنیہ کے فاتح کے بارے دی تھی: «فَلَنِعْمَ الْأَمِيرُ أَمِيرُهَا، وَلَنِعْمَ الْجَيْشُ ذَلِكَ الْجَيْشُ» "کیا ہی اعلیٰ وہ امیر ہوگا، اور کیا ہی بہترین وہ لشکر ہوگا!"۔ انہوں نے 857 ہجری (1453ء) میں قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) کو فتح کیا تھا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان پر اپنا انعام کرے۔ آپ سلطان سلیم ثالث کی اولاد ہیں، جن کے الجزائر کے گورنر کو امریکہ نے 642,000 ڈالر کا سونا خراج کے طور پر سالانہ ادا کیا، علاوہ ازیں الجزائر میں اپنے قیدیوں کی رہائی اور عثمانی بحریہ کی مداخلت کے بغیر بحر اوقیانوس و بحیرہ روم سے گزرنے کی اجازت کے عوض 12,000 عثمانی طلائی لیرے ادا کرنے کا معاہدہ کیا۔ اور تاریخ میں پہلی بار امریکہ ایک ایسا معاہدہ کرنے پر مجبور ہوا جو اس کی اپنی زبان کے بجائے ریاستِ عثمانیہ کی زبان میں تھا، جو مورخہ 21 صفر 1210ھ (5 ستمبر 1795ء) کو ہوا تھا۔

آپ خلیفہ عبدالحمید کی اولاد ہیں، جنہوں نے استنبول میں فرانسیسی سفیر کو طلب کیا اور جان بوجھ کر اس سے فوجی وردی میں ملاقات کی اور اسے دھمکی دی کہ وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی پر مبنی ڈرامے کو روکے، اور کہا: "میں مسلمانوں کا خلیفہ ہوں... اگر تم نے اس ڈرامے کو نہ روکا تو میں تمہاری دنیا کو تہہ وبالا کر دوں گا"۔ فرانس نے ان کی بات

مان لی اور 1307ھ (1890ء) میں اس کی نمائش پر پابندی لگادی۔ آپ اسی خلیفہ عبدالحمید کی اولاد ہیں جو نہ تو یہودیوں کی طرف سے سرکاری خزانے میں پیش کیے گئے کروڑوں سونے کے سکوں کے لالچ میں آئے، اور نہ ہی اس بین الاقوامی دباؤ سے خوفزدہ ہوئے جو یہودیوں نے فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت کے لیے اُن پر ڈالا تھا۔ انہوں نے یہ مشہور جملہ کہا: "میرے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اس کے بجائے کہ میں فلسطین کو ریاستِ خلافت سے کٹا ہوا دیکھوں"۔ وہ دُور اندیش تھے، جب انہوں نے مزید کہا: "...یہودی اپنی دولت اپنے پاس رکھیں... اگر کبھی خلافت پارہ پارہ کر دی گئی، تو وہ فلسطین مفت میں لے لیں" اور بالکل ایسا ہی ہوا!

اے مسلمانو! اے مسلم سرزمینوں کی افواج! اگر خلافتِ راشدہ کا احیاء ہوتا ہے، تو تم اپنے اسلاف کی کھوئی ہوئی عزت دوبارہ حاصل کر لو گے، کہ جن کے کارنامے، ان کی قوت اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رضا کی گواہی دیتے ہیں۔ انہوں نے خلافت کو قائم کیا اور اس کی حفاظت کی، چنانچہ وہ معزز ہوئے اور غالب رہے اور اپنے رب کی خوشنودی حاصل کی۔ آپ انہی کی اولاد ہیں، لہٰذا اس حق کی طرف آئیں جس کی انہوں نے پیروی کی اور اس حق کی پیروی کریں، اور اس عظمت کی طرف آئیں جو انہوں نے حاصل کی تھی اور اسے دوبارہ حاصل کریں۔ خلافت کو بحال کرو اور اس کی حفاظت کرو۔ آپ کے درمیان حزب التحریر موجود ہے، اس کی حمایت کرو، کیونکہ یہ اسلامی طرزِ زندگی کو دوبارہ شروع کرنے کے لیے خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے دن رات کام کر رہی ہے۔ یہ امت کی رہبری کرتی ہے اور اس عظیم مشن کی طرف آگے بڑھاتی ہے، اور اپنی خلافت کی پکار سے کافر استعمار کی نیندیں حرام کر رہی ہے۔ تو پھر کیا ہو گا جب خلافت قائم ہو جائے گی اور بحرِ الکاہل کے کناروں سے، جہاں انڈونیشیا اور ملائیشیا واقع ہیں، بحرِ اوقیانوس کے ساحلوں تک، جہاں مراکش اور اندلس واقع ہیں، کافر استعمار کی کھینچی ہوئی سرحدوں اور رکاوٹوں کو پاش پاش کر دے گی؟! تب مسلمان اپنی اصل حالت کی طرف لوٹ آئیں گے، ایک ریاست کے سائے تلے واحد امت، خلافتِ راشدہ، جو اسلام اور مسلمانوں کو عزت دے گی، اور کفر اور کافروں کو ذلیل کرے گی۔ یہ کافر استعمار کے ہاتھوں سے سرزمینِ اسلام اور مسلمانوں کے کنٹرول کو واپس لے گی اور ان کی سرزمینوں کے اندر تک ان کا پیچھا کرے گی اور دنیا کو نئے سرے سے روشن کرے گی۔ اور اس دن حق غالب آئے گا اور باطل مٹ جائے گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً﴾ "اور کہو، حق آگیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا ہے" (سورۃ بنی اسرائیل: آیت 81)۔

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ "کیا خلافت یہ سب کچھ کر سکتی ہے؟ کیا یہ فتح حاصل کر سکتی ہے اور شکست کی صورتِ حال کو دور کر سکتی ہے؟ کیا یہ مسلم علاقوں کو کافر استعمار سے آزاد کرا سکتی ہے اور یہاں تک کہ ان کے اپنے ٹھکانوں تک ان کا پیچھا کر سکتی ہے؟"۔ ہم کہتے ہیں، "جی ہاں! ہمارا رب، جو بلند و برتر ہے، یہ فرماتا ہے، ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ﴾ "اگر تم اللہ کی مدد کرو گے، وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا" (سورۃ محمد، آیت 7)۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے نصرت کا حصول اُس اسلامی ریاست کے قیام سے

مشروط ہے جو اس کے شرعی قوانین کو نافذ کرے۔ جب یہ قائم ہو جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے فتح عطا فرماتا ہے۔ یہ مضبوطی سے قائم اور طاقتور ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کے دوست اس کا احترام کرتے ہیں اور اس کے دشمن اس سے ڈرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«الْإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ»** "امام (خلیفہ) ایک ڈھال ہے جس کے پیچھے رہ کر لڑا جاتا ہے اور جس کے ذریعے تحفظ حاصل ہوتا ہے" (بخاری)۔ خلیفہ اور خلافت ایک ڈھال ہے، ایک تحفظ ہے۔ اور جس کے پاس ڈھال ہو گی، وہ اللہ کے حکم سے فتح یاب ہو گا؛ اس کی علاقے ضائع نہیں ہوں گے، اور اس کے دشمن اس کے قریب نہیں آئیں گے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی گواہی خلافت کی تاریخ دیتی ہے۔ آج بازنطینی سلطنت اور اس کا جاہ و جلال کہاں ہے؟ اور وہ شہر اور شہنشاہ کہاں ہیں؟ پھر ان وسیع خطوں میں کس نے تکبیر کی صدا بلند کی، جو مشرق سے مغرب تک، ایک سمندر سے دوسرے سمندر تک پھیلے ہوئے تھے، سوائے اسلامی ریاست، اسلام کے سپاہیوں اور اسلام کے عدل کے؟ اور اگر خلافت کو اس وقت مشرق و مغرب میں دو سمندروں کے پار کسی زمین کا علم ہوتا، تو وہ اللہ وحدہ لاشریک کی پکار بلند کرتے ہوئے اس کی گہرائیوں میں اتر جاتی۔

اور ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ حزب التحریر کے پاس خلافت کے سوا کوئی اور سرمایہ نہیں ہے؛ وہ جہاں بھی جاتی ہے، صرف خلافت کی بات کرتی ہے، اس کے سوا اس کی کوئی پہچان نہیں، اور نہ ہی اسے کسی اور چیز سے لگاؤ ہے۔ ہم کہتے ہیں، ہاں، خلافت ہی درحقیقت سرمایہ اور دولت ہے؛ یہ عزت اور طاقت ہے؛ یہ دین اور دنیا دونوں کی محافظ ہے؛ یہی اساس اور جوہر ہے۔ اسی کے ذریعے شرعی احکام نافذ ہو پاتے ہیں، حدود اللہ کا نفاذ ہوتا ہے، فتوحات کی راہیں کھلتی ہیں، اور حق کی سربلندی ہوتی ہے۔ یہ وہ عمل ہے جسے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کی تجہیز و تدفین سے قبل سرانجام دیا، باوجود یہ کہ نبی ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کی عظمت و مقام کس قدر تھا۔ یہ سب خلافت کی اہمیت اور عظمیت کی بنا پر تھا، کیونکہ جلیل القدر صحابہؓ نے ادراک کر لیا تھا کہ اس فرض کی ادائیگی نبی کریم ﷺ کے جسمِ اطہر کی تدفین کی تیاری کے عظیم فرض پر بھی مقدم ہے۔

اے مسلمانو! اے مسلم سرزمینوں کی افواج! خلافت کا قیام مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ ہمیں وثوق اور اطمینان ہے کہ اللہ کی نصرت حاصل ہو گی، اسلام اور مسلمانوں کو عزت ملے گی، جہاد والی خلافتِ راشدہ واپس لوٹے گی، فلسطین پر قابض یہودی وجود کا خاتمہ ہو گا، اور روم فتح ہو گا، بالکل اسی طرح جیسے قسطنطنیہ فتح ہوا تھا اور استنبول اسلام کا گھر بن گیا تھا۔ ہمیں اطمینان ہے چاہے کافر اور منافق کہیں، ﴿**إِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ غَرَّ هَؤُلَاءِ دِينُهُمْ**﴾ "جب منافقوں اور ان لوگوں نے جن کے دلوں میں بیماری ہے کہا، 'ان لوگوں کو ان کے دین نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے" (سورۃ الانفال: آیت 49) کیونکہ اہل ایمان کے لیے یہ فتح اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وعدے کا حصہ ہے: ﴿**وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ**﴾

"اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک اعمال کیے کہ وہ انہیں زمین میں ضرور خلافت (اقتدار) عطا فرمائے گا" (سورۃ النور" آیت 55)۔ اور اس جابرانہ دورِ حکومت کے بعد کہ جس میں ہم جی رہے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کی بشارت ہے، **«ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ»** "پھر جبر کی حکومت ہو گی، اور وہ تب تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔ پھر جب وہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو ختم کر دے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت ہو گی۔" پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے (مسند احمد)۔ لہٰذا خلافت، اللہ کے اذن سے، ضرور واپس آئے گی۔ لیکن اس کے قیام کے لیے سنجیدہ اور انتھک محنت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اللہ قادرِ مطلق کی سنت یہ ہے کہ وہ ہمارے لیے خلافت کو قائم کرنے اور اپنے وعدے اور اپنے رسول ﷺ کی بشارت کو پورا کرنے کے لیے آسمان سے فرشتے نہیں بھیجے گا جبکہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔ بلکہ وہ ہماری مدد کے لیے فرشتے تب بھیجے گا جب ہم مستعدی، سنجیدگی، سچائی اور اخلاص کے ساتھ اس مقصد کے حصول کے لیے کام کریں گے۔ تب اللہ ہمیں دونوں جہانوں میں فتح اور کامیابی عطا فرمائے گا، اور یہی عظیم کامیابی ہے۔ حزب التحریر اس مقصد کے لیے کام کر رہی ہے، دل سے اس کی خواہش مند ہے اور اس کے جلد قیام کی منتظر ہے۔ پس اے مسلمانو! جلدی کرو۔ اے اہلِ قوت! جلدی کرو اور دعوت اور نُصرۃ (عسکری مدد) میں شامل ہو جاؤ، اور حزب کے ساتھ مل کر خلافت کے قیام کے لیے جلدی کرو، محض تماشائی نہ بنو۔ کیونکہ اللہ کے اِذن سے فتح قریب ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْراً**﴾ "بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے، اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے" (سورۃ الطلاق: آیت 3)۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ﴿**وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ**﴾ "اور اس دن مومن اللہ کی مدد پر خوش ہوں گے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہی غالب اور رحم کرنے والا ہے" (سورۃ الروم: آیت 4،5)۔ اور ہمارے آخری الفاظ یہ ہیں کہ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہی ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

رجب 1447ھ — آپ کا محبت کرنے والا بھائی

بمطابق جنوری 2026ء — **عطابن خلیل ابو رَشتہ**

اے امتِ اسلام!

(ترجمہ)

غزہ کی خواتین اور بچے مدد کے لیے پکار رہے ہیں... سوڈان کی خواتین اور بچے فریاد کر رہے ہیں... مشرقی ترکستان میں ایغور کی خواتین اور بچے مصائب کا شکار ہیں اور دہائیاں دے رہے ہیں... مسلم خواتین اور بچے ہر جگہ ایک کے بعد ایک چیخ و پکار بلند کر رہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ "کیا کوئی ہے جو ہماری مدد کرے؟ کیا کوئی ہے جو ہماری پکار کا جواب دے؟ کیا کوئی ہے جو لبیک کہے؟!"۔

پس آپ کہاں ہیں؟ کیا آپ ان مناظر اور خبروں کے عادی ہو چکے ہیں، اور کیا آپ کے بیٹوں اور بیٹیوں کا خون ان کی رگوں میں جم گیا ہے، کہ نہ تو ایمان کا بھائی چارہ، نہ غیرت کا جذبہ، اور نہ ہی عزت و زمین کے دفاع کی پکار اب انہیں جنبش دیتی ہے؟!۔

اے امتِ اسلام: دنیا کے ہر کونے میں آپ کے بچے اپنے دین کے خلاف جنگ کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ سرمایہ دارانہ عالمی نظام کے کرتا دھرتا انہیں اپنی سیکولر تہذیب میں ضم کرنا اور ان کی اسلامی اقدار کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اب یہ آپ پر واضح ہو چکا ہے کہ یہ تہذیبوں کی جنگ ہے، اور اگر آپ اپنی اسلامی تہذیب کے لیے کھڑے نہ ہوئے تو حالات مزید بگڑ جائیں گے، اور آپ مزید تکلیف اور بڑے نقصانات دیکھیں گے۔

اے امتِ اسلام: آپ کے دشمن بخوبی جانتے ہیں کہ آپ کی طاقت آپ کے رب کی کتاب اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت کی طرف واپسی اور ایک متحد ریاست کے سائے میں ان پر عمل کرنے میں ہے جو آپ کے تمام لوگوں کی حفاظت کرے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان نفرت انگیز قوم پرستانہ حدود کی حفاظت میں مستعد ہیں، اور ایسے لوگوں کو مقرر کرتے ہیں جو ان حدود کی حفاظت کریں اور انہیں آپ کے اتحاد کے خلاف ایک ناقابلِ عبور رکاوٹ کے طور پر برقرار رکھیں۔

اے امتِ اسلام: آپ اپنے جسم کے ایک کے بعد دوسرے حصے کو تڑپتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، جبکہ باقی جسم اس کا دفاع کرنے یا ان بیماریوں اور خطرات کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے جو اسے اور دوسروں کو لاحق ہیں، کیونکہ یہ تقسیم شدہ اور کمزور ہے کیونکہ اس نے اپنی طاقت اور عظمت کے منبع یعنی اپنے رب کی شریعت کو چھوڑ دیا ہے۔

اے امتِ اسلام: ہمیں امید ہے کہ آپ ہماری پکار پر کان دھریں گے اور ہمارے علماء اور مبلغین پر زور دیں گے کہ وہ حق بات کہیں، ذہنوں کو روشن کریں اور لوگوں کو نجات کا راستہ دکھائیں۔ ہم آپ سے کہتے ہیں کہ آپ ہمارے بیٹوں، افواج کے افسروں اور سپاہیوں پر زور دیں کہ وہ اس دین کی نصرت اور اس کے کلمے کو بلند کرنے کے لیے ایک ہو کر اٹھ کھڑے ہوں۔

اے امتِ اسلام: آیئے، ہم مل کر نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ کے قیام کے لیے کام کریں، جو آپ کے بچوں کی تکالیف کا خاتمہ کرے گی اور ان کی اور ان تمام لوگوں کی حفاظت کرے گی جو ان کے زیرِ سایہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

حزب التحریر کا مرکزی میڈیا آفس۔ خلافت کی مسماری کی یاد میں حزب التحریر کی عالمی سرگرمیوں کی کوریج 1447ھ –2026ء

(ترجمہ)

اس سال 1447ھ (2026ء) کے مقدس مہینے رجب میں، ہم کافر استعمار کے ایجنٹ عرب اور ترک غداروں کے ہاتھوں اسلامی ریاست کی تباہی کی 105 ویں برسی منا رہے ہیں۔ یہ ریاست رسولوں کے سردار محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے قائم کی تھی۔ حکمرانی کا اسلامی نظام (خلافت) 28 رجب 1342ھ، مطابق 3 مارچ 1924ء کو مجرم مصطفیٰ کمال کے ہاتھوں ختم کر دیا گیا تھا۔ یہ المناک برسی ایک ایسے وقت میں لوٹ کر آئی ہے جب غزہ کی پٹی میں بے دفاع مسلمانوں کے خلاف یہودی وجود کی جانب سے کی جانے والی نسل کشی جاری ہے، جیسا کہ مغربی کنارے میں وحشیانہ قتل عام کا سلسلہ جاری ہے۔ ان مظالم کے نتیجے میں گزشتہ دو سالوں میں 2 لاکھ 30 ہزار سے زائد مسلمان مرد اور عورتیں شہید، زخمی اور لاپتہ ہو چکے ہیں، جن میں اکثریت خواتین، بچوں اور بوڑھوں کی ہے۔ مزید برآں، سوڈان میں جاری بے مقصد اور خونی جنگ وہاں معصوم مسلمانوں کی جانیں لے رہی ہے،

جو کافر امریکہ کے مفادات کی خدمت کر رہی ہے، جس نے اپنے ایجنٹوں کے درمیان تنازعہ کو ہوا دی تاکہ دارفور کو سوڈان سے الگ کر دیا جائے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے پہلے جنوبی سوڈان کو الگ کیا تھا۔

ان تمام وجوہات کی بنا پر، حزب التحریر ان ممالک میں جہاں وہ سرگرم ہے، بڑے پیمانے پر عوامی تقریبات کا انعقاد کر رہی ہے تاکہ مسلمانوں کو بیدار کیا جاسکے اور انہیں تحریک دی جاسکے کہ وہ پارٹی کے ساتھ مل کر اسلامی ریاست (نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافتِ راشدہ) کے قیام کے لیے بھرپور کوشش کریں۔ یہی ریاست تنہا دنیاوی عزت اور آخرت میں نجات کی کنجی ہے، اور یہی ریاست اکیلی زمین اور اس کے لوگوں کو مجرم کافروں سے آزاد کرانے کی صلاحیت رکھتی ہے!۔

ہم، حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس میں، ان شاء اللہ، اس صفحے پر درج ذیل لنک پر ان تقریبات کی جامع کوریج فراہم کریں گے:

https://hizb-ut-tahrir.info/ar/index.php/hizb-campaigns/106813.html

غلطی کا اعتراف نجات ہے، زوال نہیں

(ترجمہ)

ہر وہ شخص جو کسی کی حمایت کرتا ہے وہ بدنیتی پر مبنی نہیں ہوتا، اور نہ ہی کوئی کسی لیڈر کا دفاع کرنے والا اس کی غلطی میں شریک ہوتا ہے۔ بہت سے لوگ ظاہری شکل و صورت اور طاقتور تقریروں سے دھوکہ کھا جاتے ہیں اور غیر ارادی طور پر وہم کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تاہم، مسئلہ دوسروں کے بارے میں اچھا سوچنے سے شروع نہیں ہوتا، بلکہ دلائل کے تسلسل کے بعد بھی اس پر قائم رہنے اور افراد کو مقدس شخصیات بنا دینے سے شروع ہوتا ہے، جو بحث، جانچ پڑتال یا احتساب سے بالاتر ہوں۔

مشکل حالات یا وقت کی نزاکت کو بطور جواز پیش کرنا ناقابلِ قبول ہے، کیونکہ یہی عذر پوری تاریخ میں عظیم ترین انحرافات کو جائز قرار دینے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اگر بدلتے ہوئے حالات بنیادی اصولوں کو تبدیل کرنے کا جواز بن جائیں، تو امت میں کوئی اصول باقی نہیں رہے گا، ثابت قدمی کا کوئی مطلب نہیں ہو گا اور قربانی کی کوئی قدر نہیں رہے گی۔

شریعت اور اخلاقی ذمہ داریاں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہر شخص کو ایک ہی، غیر متبدل ترازو میں تولا جائے: انہوں نے نظریے (ائیڈیالوجی) میں کیا حصہ ڈالا ہے؟ انہوں نے اس کے اندر کیا تبدیلیاں کی ہیں؟ وہ لوگوں کو کس طرف لے جا رہے ہیں؟ وہ کس کے ساتھ ہم آہنگی کر رہے ہیں؟ اور کن سمجھوتوں کی قیمت کیا ادا کی جا رہی ہے؟ اگر جوابات اطمینان کے بجائے پریشانی کا باعث بنیں، تو خاموشی دانشمندی نہیں بلکہ انجانے میں شراکت داری ہے۔

غلطی کا اعتراف کوئی زوال نہیں بلکہ نجات ہے۔ محض امیج کے خراب ہونے کے خوف سے غلط راستے کا جواز پیش کرتے رہنا کسی انفرادی دھوکے کو اجتماعی تباہی میں بدلنے کا یقینی طریقہ ہے۔ سچائی انسانوں سے نہیں پہچانی جاتی، بلکہ انسان سچائی سے پہچانے جاتے ہیں، اور جو کوئی اس سے انحراف کرتا ہے وہ اپنی تمام تر ساکھ کھو دیتا ہے، چاہے اس کے الفاظ کتنے ہی فصیح کیوں نہ ہوں۔

سیاسی اعتراف یا جغرافیائی سٹریٹیجک سرمایہ کاری؟

تحریر: استاد نبیل عبدالکریم

(ترجمہ)

گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے سے صومالی لینڈ عالمی نظام میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ یہ ایک ایسا خطہ ہے جس میں نظم و نسق، امن و امان اور نسبتاً استحکام کے اعتبار سے ایک مقتدر ریاست کی تمام خصوصیات موجود ہیں۔ تاہم، اسے بین الاقوامی قانون کے اس اہم ترین عنصر یعنی ایک آزاد ریاست کے طور پر عالمی شناخت سے محرومی کا سامنا ہے۔

حال ہی میں اس خطے کا نام ایک بار پھر شدت سے ابھر کر سامنے آیا ہے، جس کی وجہ وہ رپورٹس اور تجزیے ہیں جو 'یہودی وجود' کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ وجود بین الاقوامی برادری کے سامنے صومالی لینڈ کو صومالیہ سے الگ ایک آزاد ریاست کے طور پر تسلیم کرانے کا معاملہ پیش کرنا چاہتا ہے، اور اس کے عوض ایسی شرائط اور وعدے چاہتا ہے جو تسلیم کیے جانے کی صورت میں صومالی لینڈ کو پورے کرنے ہوں گے۔

اس مسئلے کی جڑیں نو آبادیاتی دور سے جڑی ہوئی ہیں۔ صومالی لینڈ 1960 تک برطانوی سرپرستی میں رہا، جس کے بعد اس نے رضاکارانہ طور پر اطالوی صومالی لینڈ کے ساتھ الحاق کر کے وہ ریاست تشکیل دی جسے آج صومالیہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ انضمام متوازن آئینی انتظامات کے بغیر ہوا، جس کے نتیجے میں طاقت اور دولت کی تقسیم میں گہرا عدم توازن پیدا ہوا۔ 1990 کی دہائی کے اوائل میں صومالی ریاست کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی ملک خانہ جنگی کا شکار ہو گیا۔ 1991 میں شمالی سیاسی اور قبائلی اشرافیہ نے یکطرفہ طور پر آزادی کا اعلان کر دیا اور "جمہوریہ صومالی لینڈ" کو دوبارہ قائم کیا۔

آزادی کے اس یکطرفہ اعلان اور بین الاقوامی سطح پر تسلیم نہ کیے جانے کے باوجود، صومالی لینڈ باقی صومالیہ سے قدرے مختلف ایک ماڈل بنانے میں کامیاب رہا۔ اس نے مقامی حکمرانی کے ادارے قائم کیے، اندرونی انتخابات کرائے اور ایسی سیکورٹی فورسز تشکیل دیں جنہوں نے استحکام کی ایک کم از کم سطح برقرار رکھی، نیز اس نے محدود خارجہ تعلقات بھی استوار کیے۔ یہ ایک پیچیدہ علاقائی ماحول میں ایک ایسی اکائی کے طور پر کام کر رہا ہے جسے بین الاقوامی سطح پر تسلیم نہیں کیا گیا، پھر بھی وہ اپنی سلامتی، معیشت اور بقا کی خاطر بیرونی روابط استوار کرنے پر مجبور ہے

اس کی خارجہ پالیسی دو بنیادی اصولوں پر مبنی ہے: پہلا، پڑوسی ممالک کے ساتھ براہ راست تصادم سے بچنا، اور دوسرا، مکمل بین الاقوامی معاہدوں کے بجائے عملی اور غیر خود مختارانہ مفاہمتیں پیدا کرنا۔

ایتھوپیا کے ساتھ اس کے تعلقات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں؛ ایتھوپیا ایک زمین بند (landlocked) ملک ہے اور بربرہ کی بندرگاہ خلیج عدن تک اس کے لیے ایک حیاتیاتی گزرگاہ کا کام دیتی ہے۔ اس لیے ایتھوپیا سیاسی اور معاشی طور پر صومالی لینڈ پر انحصار کرتا ہے اور ان کے درمیان غیر سرکاری سفارتی نمائندگی کے علاوہ تجارتی، لاجسٹک اور سیکورٹی سے متعلق مفاہمتیں موجود ہیں۔ تاہم، ایتھوپیا نے صومالی حکومت کے ساتھ تصادم سے بچنے کے لیے صومالی لینڈ کو باضابطہ طور پر تسلیم نہیں کیا ہے۔

جہاں تک جبوتی کے ساتھ اس کے تعلقات کا تعلق ہے، تو یہ نارمل ہیں، جن میں قبائلی اور سرحدی تعاون کے ساتھ ساتھ واضح مقابلہ بھی پایا جاتا ہے، خاص طور پر بندرگاہوں کے معاملے میں۔ جبوتی، صومالی لینڈ کی علیحدگی کی مخالفت کرتا ہے اور ایک متحد صومالیہ کی حمایت کرتا ہے۔

صومالی وفاقی حکومت کے ساتھ اس کے تعلقات سیاسی بیگانگی اور کشمکش کا شکار ہیں، کیونکہ موغادیشو، صومالی لینڈ کو ایک باغی علاقہ تصور کرتا ہے۔

پنٹ لینڈ کے ساتھ اس کے تعلقات سخت معاندانہ ہیں، کیونکہ پنٹ لینڈ صومالی ریاست کے اندر وفاقی ڈھانچے کا حامی ہے، جبکہ صومالی لینڈ مکمل آزادی کا مطالبہ کرتا ہے۔

اس طرح یہ کہا جا سکتا ہے کہ صومالی لینڈ مکمل طور پر الگ تھلگ نہیں ہے، لیکن سیاسی طور پر محاصرے میں ہے؛ محدود مفاہمتوں کے تحت اس کے عملی شراکت دار تو ہیں لیکن باقاعدہ اتحادی نہیں ہیں۔ صومالی لینڈ عالمی تجارت اور سیکورٹی راہداری پر اپنی محل وقوع کی وجہ سے ایک بار پھر بین الاقوامی توجہ کا مرکز بن گیا ہے، جس کی وجہ سے یہ امریکہ، چین، روس، ترکی، خلیجی ممالک اور 'یہودی وجود' کے درمیان ہارن آف افریقہ میں اثر و رسوخ کی جنگ کا محور بن گیا ہے۔ یہ سب کچھ مرکزی صومالی حکومت کی بڑھتی ہوئی کمزوری اور بیرونی حمایت پر اس کے بڑھتے ہوئے انحصار کے تناظر میں پیش آ رہا ہے۔

اسی تناظر میں، 'یہودی وجود' نے سیاسی منظر نامے پر صومالی لینڈ کو تسلیم کرنے کا معاملہ اٹھایا ہے۔ بنجمن نیتن یاہو نے جمعہ 27 دسمبر 2025 کو ابراہیمی معاہدوں (Abraham Accords) کے فریم ورک کے تحت اسے ایک آزاد ریاست

کے طور پر تسلیم کرنے کے اپنے ارادے کا اعلان کیا۔ اس تجویز کو تقریباً مکمل بین الاقوامی مستردگی کا سامنا کرنا پڑا۔ صومالی حکومت نے اسی دن 'یہودی وجود' کی جانب سے اس علاقے کو تسلیم کرنے کے فیصلے کو قطعی طور پر مسترد کر دیا جسے وہ "علیحدگی پسند خطہ" کہتی ہے۔

'یہودی وجود' کے اس رویے کے پیچھے کئی محرکات ہیں، جن میں سب سے نمایاں یہ ہیں: صومالی لینڈ کے جغرافیائی محل وقوع کا سٹریٹیجک فائدہ، جو اسے مشرق وسطیٰ کے قریبی خطے میں ایک اضافی جیو اسٹریٹجک موجودگی فراہم کرے گا؛ اور ابراہیمی معاہدوں کے عمل میں اپنی شمولیت کو مضبوط بنانے اور افریقہ و مشرق وسطیٰ میں نارملائزیشن کے دائرے کو وسعت دینے کی خواہش۔ اس سرزمین میں فلسطینیوں کو دوبارہ آباد کرنے کے امکان کے بارے میں بھی بات چیت ہوئی ہے۔ ان تجاویز کو جبری بے دخلی کے منصوبوں کے تناظر میں سیاسی چالوں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، چاہے وہ سابقہ امریکی منصوبوں کا حصہ ہوں یا انہیں بحال کرنے کی جاری کوششیں ہوں۔

ان اقدامات کو اس یہودی وجود کی جانب سے کسی اخلاقی قدم کے طور پر نہیں سمجھا جا سکتا جس نے زمین پر قبضہ کیا، وہاں کے لوگوں کو بے گھر کیا، اور ان کے خلاف نسل کشی اور جبری بے دخلی کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ بلکہ ان پیش رفتوں کی تشریح اس 'یہودی وجود' کے اسٹریٹجک نظریے کے تحت کی جانی چاہیے، جہاں صومالی لینڈ کو تسلیم کرنا امرِ واقعہ (fait accompli) مسلط کرنے کی پالیسیوں کے دفاع، بین الاقوامی جواز کے تصور کی نئی تعریف، اور غیر تسلیم شدہ اداروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے کے جواز کے طور پر کام کرتا ہے۔ یہ ایک طویل مدتی قانونی سرمایہ کاری ہے، کوئی معصومانہ قدم نہیں ہے۔

ہ صومالی لینڈ کو تسلیم کیے جانے سے ممکنہ جیو پولیٹیکل فوائد کے باوجود، یہ عمل سیاسی اور سیکورٹی خطرات سے خالی نہیں ہے جو متوقع فوائد سے کہیں زیادہ ہو سکتے ہیں، خاص طور پر ہارن آف افریقہ جیسے غیر مستحکم خطے میں۔ ان خطرات میں سب سے نمایاں یہ ہیں: افریقی یونین کی مخالفت مول لینا جو نوآبادیاتی دور سے وراثت میں ملنے والی سرحدوں کی تبدیلی کو مسترد کرتی ہے؛ افریقی اداروں میں مبصر کا درجہ حاصل کرنے کی 'یہودی وجود' کی کوششوں میں رکاوٹ پیدا ہونا؛ اور صومالیہ، ترکی اور مصر کے ساتھ طاقت کی کشمکش کا دروازہ کھلنا۔ یہ خود 'یہودی وجود' کے اس قانونی بیانیے کو کمزور کرتا ہے جو طاقت کے ذریعے امرِ واقعہ مسلط کرنے کے خلاف ہے، اور جس سے صومالی لینڈ کا مسئلہ ایک سٹریٹیجک موقع کے بجائے ایک سیاسی اور سیکورٹی بوجھ میں بدل جاتا ہے۔

صومالی لینڈ کا مسئلہ ایک بار پھر ہارن آف افریقہ میں اثر و رسوخ کی کھلی جنگ کی نشاندہی کرتا ہے، جہاں جیو پولیٹیکل حساب کتاب کو بین الاقوامی قانون کے اصولوں پر فوقیت حاصل ہے، جو عالمی نظام کی کمزوری کی واضح علامت ہے۔ اس خطے میں 'یہودی وجود' کی دلچسپی کسی خلا سے پیدا نہیں ہوئی، بلکہ یہ اس کی جغرافیائی، سمندری اور سیکورٹی اہمیت، بالخصوص آبنائے باب المندب اور بحیرہ احمر میں اس کی اہمیت کے ادراک سے پیدا ہوئی ہے۔

صومالی لینڈ کا مستقبل یہودی وجود یا کسی دوسرے کے فیصلے پر منحصر نہیں ہے، بلکہ یہ ہارن آف افریقہ میں طاقت کے توازن اور مقامی و علاقائی اداکاروں کی اس حقیقت کو سمجھنے کی صلاحیت سے جڑا ہے کہ کمزور ریاستوں کو توڑنے سے قلیل مدتی فوائد تو حاصل ہو سکتے ہیں،، لیکن یہ اکثر ایسے طویل اور گہرے تنازعات کو جنم دیتا ہے جو کسی کے قابو میں نہیں رہتے۔

مسلم ممالک سمیت خطے کے ممالک کو چھوٹی، متحارب اکائیوں میں تقسیم کرنے اور ان کے اندر طاقت کی کشمکش کو ہوا دینے کے امریکی منصوبوں کی روشنی میں، تاکہ ان کے بنیادی ڈھانچے کو مفلوج کیا جائے اور ان کے عوام اور وسائل کو نچوڑا جائے، خطے کے لوگوں کے لیے ان سازشوں سے باخبر رہنا لازمی ہو جاتا ہے۔ یہ سازشیں ان کے علاقوں کو تقسیم کرنے اور نوآبادیاتی طاقتوں کے فائدے کے لیے ان کی دولت لوٹنے کی غرض سے بنائی گئی ہیں، جنہیں ان ایجنٹ حکمرانوں کے ذریعے عملی جامہ پہنایا جاتا جن کی واحد فکر اپنے عہدوں اور دولت کا تحفظ ہے، چاہے اس کی قیمت ان کے ممالک اور عوام کو ہی کیوں نہ چکانی پڑے۔

اے صومالیہ کے لوگو، اے افریقہ کے لوگو: وقار اور عزت کی بحالی کا بنیادی حل امت کے اس عظیم منصوبے سے وابستگی میں ہے کہ نبوت کے نقشِ قدم پر دوسری خلافت راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی طرز زندگی کو دوبارہ شروع کیا جائے اور نوآبادیاتی طاقتوں کو اپنی زمینوں سے نکال باہر کیا جائے۔ یہ محض خواہشات سے حاصل نہیں ہو گا بلکہ اس حکمران ٹولے کو ہٹا کر حاصل ہو گا جو انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے ذریعے حکومت کرتا ہے، وہ قوانین جو مغربی مفادات کی خدمت کرنے اور امت کو اس کے دین سے دور کرنے کے لیے بنائے گئے ہیں، وہ دین جو اس امت کے تمام معاملات کا محافظ ہے۔

پندرھویں سالگرہ پر: تیونسی انقلاب، بیرونی صف بندی اور اندرونی کشمکش کے درمیان

تحریر: استاد یاسین بن یحییٰ

(ترجمہ)

اپنی کمزوری کے عروج پر، اسلامی امت ایک شدید مغربی حملے کی زد میں آئی، جس کا اختتام سن 1881ء میں تیونس کے عثمانی صوبے میں نفرت انگیز فرانسیسی استعمار کے داخلے کی صورت میں ہوا۔ یہ قبضہ ایک خاموش یورپی اتفاقِ رائے یا 1878ء کی برلن کانفرنس کے بعد نوآبادیاتی علاقوں کے تبادلے کا نتیجہ تھا، جہاں جرمن چانسلر بسمارک نے ایک سے زیادہ مواقع پر یہ اظہار کیا تھا کہ تیونس کمزور، دیوالیہ اور حقیقی تحفظ کے بغیر ہے، اور فرانس اسے کسی یورپی ٹکراؤ کے بغیر حاصل کر سکتا ہے۔

امن و امان کے قیام اور مزاحمتی تحریک کے تھم جانے کے بعد، سن 1883ء میں فرانسیسی ریذیڈنٹ جنرل اور علی بے کے درمیان بدقسمت 'لا مرسا' (La Marsa) کنونشن طے پایا تاکہ مغربی اثر و رسوخ کو مستحکم کیا جا سکے اور تمام فکری، سیاسی اور قانونی تصفیوں کے ساتھ استعمار کی مکمل غلامی کو حتمی شکل دی جا سکے۔

1956ء کی دستاویزی آزادی نے استعمار کے بدصورت چہرے کو صرف اس کی شکل و صورت کے لحاظ سے بدلا، کیونکہ پورے عالمِ مغرب (تیونس، الجزائر اور مراکش) میں قومی ریاست (Nation-state) کی پیدائش ایک بگڑی ہوئی شکل میں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ ریاست کسی داخلی سماجی معاہدے کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوئی تھی، بلکہ یہ استعماری ریاست کی ایک انتظامی تباہی تھی، جو استعمار کی کھینچی ہوئی قوم پرستانہ حدود اور ان اشرافیہ کے سائے میں پروان چڑھی جنہوں نے مرکزیت پسند اور جابر ریاست کے منطق کو اپنا لیا تھا۔ اس پیدائش نے ایک ایسی ریاست کو جنم دیا جو ظاہری طور پر تو مضبوط تھی لیکن اس کا سیاسی معاشرہ کمزور تھا، جو اپنی ساکھ کے لیے یکطرفہ ستونوں پر تکیہ کیے ہوئے تھی: الجزائر میں آزادی، مراکش میں تاریخی بادشاہت، اور تیونس میں بیوروکریٹک جدیدیت۔

بورقیبہ کے دور میں جدیدیت کے منصوبے والی ریاست کی بدعنوانیوں نے امت کی شناخت اور طرزِ زندگی کے ساتھ شدید تصادم پیدا کیا، جس کے بعد بن علی کے دورِ حکومت میں دینی سرچشموں کو خشک کرنے کی پالیسی نے نسلوں میں بے چینی پیدا کر دی۔ معاشی اور سیاسی بحران کا یہ عالم تھا کہ انقلاب کے وقت لوٹی ہوئی رقم کا تخمینہ 49 ارب ڈالر لگایا گیا تھا۔ یہ صورتحال ایک بڑے انقلاب کی چنگاری بھڑکانے کے لیے کافی تھی۔ عوام اس حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے جس نے ان تمام آفات کو جنم دیا تھا، اور ان کا مطالبہ واضح تھا جو عرب عوام کا نشان بن گیا: "عوام نظام کا خاتمہ چاہتے ہیں"، تاکہ پرانے نظام کو توڑ کر ایک نیا نظام لایا جائے، چاہے اس کی شکل ذہنوں میں واضح نہ بھی ہو۔

تیونس کی مثال، انقلاب میں گھرے ہوئے خطوں کی دیگر حکومتوں سے مختلف نہیں ہے۔ یہ ایک تہذیبی تصادم ہے جس کا اظہار امت نے ہر مرحلے پر کیا اور مغرب زدہ بنائے جانے کے تمام منصوبوں کا مقابلہ کیا۔ ہم جس عدم استحکام کا شکار ہیں، وہ دراصل امت کی جانب سے اس انکار کا سچا اظہار ہے کہ وہ انقلاب کے 15 سال گزرنے کے باوجود اپنی قیادت ان لوگوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتی جو اس کے عقیدے کی نمائندگی نہیں کرتے اور استعمار کے خلاف اس کی تہذیبی جدوجہد کی رہنمائی نہیں کر سکتے۔

بیرونی صف بندی کی طاقت اور اس کے منصوبے:

یہ حقیقت عیاں ہے کہ استعمار محض عوامی احتجاج کے خوف سے ملک کو اس کے باسیوں کے لیے خالی نہیں چھوڑے گا۔ مغرب کا انقلابی لہروں کو قبول کرنا محض مجبوری اور ایک واضح طور پر متعین حد کے اندر تھا؛ کیونکہ وہ موجودہ ریاست کے خلاف تبدیلی کی حمایت نہیں کرتا بلکہ ریاست کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے کام کرتا ہے، اور اسے دوبارہ ترتیب دینے یا ختم کرنے کو قبول نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ مغربی جمہوریت بھی جب ریاست کی خودمختاری یا فیصلہ سازی کی مرکزیت کو خطرے میں ڈالتی ہے، تو مغرب استحکام کو ترجیح دیتا ہے۔

بن علی کے زوال کے بعد، مغربی طاقتوں نے شروع سے ہی واضح طریقہ کار کے ذریعے انقلابی راستے کی سمت متعین کرنے کی کوشش کی۔ مئی 2011ء میں ہونے والا ڈوویل (Deauville) سربراہی اجلاس اس رخ کی عمومی بنیاد بنا، جہاں عبوری اور آئینی مرحلے کے انتظام کے لیے وعدہ شدہ مالی امداد کو سخت شرائط سے جوڑ دیا گیا۔ ان میں سب سے اہم شرط وراثت میں ملے ہوئے بین الاقوامی معاہدوں اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے پروگراموں کی پاسداری تھی۔ مزید

بر آں، تیونس کی معیشت کی ڈھانچہ جاتی اصلاحات کے خطوط مغربی حلقوں میں طے کیے گئے، جیسا کہ سینٹرل بینک نے اپنی اعلیٰ سٹریٹیجک کمیٹی میں غیر ملکی نمائندوں کی موجودگی کا اعتراف کیا ہے۔

اندرونی و بیرونی طور پر سیاسی نظام کی انجینئرنگ:

تیونس کے نئے سیاسی منظرنامے کو ایسے ڈیزائن کے ذریعے تیار کیا گیا جس میں غیر ملکی اداکار اور ان کے وفادار مقامی اشرافیہ شامل تھے۔ آئینی لحاظ سے بین الاقوامی فریقوں کا براہِ راست کردار رہا، جیسا کہ ہمیں عراق میں امریکہ کی زیرِ قیادت اتحادی حکومت کے چیف آئینی مشیر، نوح فیلڈمین (Noah Feldman) کی 2014ء کے آئین کی تیاری کے دوران موجودگی یاد ہے۔ دستور ساز اسمبلی میں آئین کے نائب جنرل رپورٹر، آزاد بادی نے تصدیق کی کہ آئین کی دفعات 'لا مرسا' کے گیسٹ پیلس سے آ رہی تھیں۔ انتخابی لحاظ سے، 2011ء میں وسیع نمائندگی کو یقینی بنانے کے لیے متناسب نمائندگی کا پیچیدہ نظام اپنایا گیا، پھر 2014ء میں اس نظام کو بڑی جماعتوں کی فہرستوں کے حق میں بدل دیا گیا، جس نے 'نِداء تونس' اور 'النہضہ' کے عروج کو ممکن بنایا۔ یہ تبدیلی بیجی قائد السبسی اور راشد الغنوشی کے درمیان پیرس میں ہونے والی مشہور 'اتفاقِ رائے' کی ملاقات کے بعد آئی۔ اس کے ساتھ ساتھ پورے آئینی عمل کے دوران دہشت گردانہ کارروائیوں اور سیاسی قتل و غارت کے ذریعے فضا کو آلودہ رکھا گیا۔

بڑی قوتوں کے درمیان قومی اتفاقِ رائے استحکام کا باعث نہ بن سکا۔ اس کے بجائے ملک "نہ میں حکومت کروں گا، نہ تم" کے نعرے کے تحت ایک بند گلی میں داخل ہو گیا، جبکہ اندرونی خلفشار اور ALECA (Accord de Libre-échange Complet et Approfondi) جس کا دوسرا نام DCFTA (ڈیپ اینڈ کمپری ہینسو فری ٹریڈ ایریا) ہے، جیسے معاہدوں پر دستخط کرنے کے لیے بیرونی دباؤ جاری رہا۔

سیاسی اشرافیہ کی ناکامی اور کھلے عام کیے جانے والے سمجھوتوں پر عوام کی ناراضگی نے قیس سعید کے لیے راستہ ہموار کیا، جنہوں نے 25 جولائی 2021ء کے بعد مفاہمت کے راستے کو ختم کر دیا اور ریاست کو ایک آمرانہ ماڈل کی طرف موڑ دیا جس میں وہ خود مختار حاکم کے طور پر سامنے آئے۔ اس آمرانہ واپسی کو حقیقی مغربی مخالفت کا سامنا نہیں کرنا پڑا، بلکہ اسے حقیقت پسندانہ قبولیت ملی، خاص طور پر فرانس اور امریکہ کی طرف سے، کیونکہ اس نے استحکام کو یقینی بنایا اور ریاست کے بنیادی ڈھانچے اور جغرافیائی سیاسی مفادات کا تحفظ کیا۔

بحران سے نکلنے کے لیے کیا درکار ہے:

صورتحال اس وقت تک نہیں بدلے گی جب تک استعمار اپنی جگہ موجود اور قابض رہے گا۔ تبدیلی تبدیلی ہمہ گیر اور بنیادی ہونی چاہیے ہونی چاہیے، جس کا ہدف وہ فکری، سیاسی اور قانونی تصفیے ہوں جو استعمار نے مسلمانوں کی زمینوں میں قائم کیے ہیں۔ ان تصفیوں نے تقسیم، جیلوں، مخالفین پر ظلم و ستم کے گھٹن زدہ سیاسی بحران اور ایسے سماجی بحران پیدا کیے ہیں جن کا مسلمانوں نے اپنی پوری تاریخ میں مشاہدہ نہیں کیا تھا، اور یہ تصفیے، ان بحرانوں کو حل کرنے میں قطعی طور پر ناکام ہیں۔ یہ سارا بوجھ ایک ایسے تیار شدہ منصوبے کا متقاضی ہے جو امت کی فکر اور احساس کی ترجمانی کرے، اور جس کا آغاز اس کے عقیدے اور زندگی کے بارے میں اس کے نقطہ نظر سے ہو۔

تبدیلی کا یہ منصوبہ قومی ریاست(Nation-state) کی تنگ نظری سے کہیں بلند تر اور وزنی ہے، اور یہی وہ حقیقت ہے جس کا اظہار حالیہ انقلابات کی وسعت نے کیا ہے۔ اس کے لیے حکمرانی کے تصور اور ریاست کے بارے میں ایک ایسی نئی سوچ کی ضرورت ہے جو اسلام سے پھوٹتی ہو، جو کہ ایک مکمل اور خود کفیل دین ہے، اور ایک ایسے متمیز لیڈر کی ضرورت ہے جس میں قیادت کی شرائط پوری ہوں۔ بصورتِ دیگر، اس عمل کا انجام ناکامی ہو گا، جیسا کہ تیونسی انقلاب کے ساتھ ہوا جب اسے طفیلی اور غدار موقع پرستوں نے ہائی جیک کر لیا اور اس کی قیادت سنبھال لی۔

تبدیلی کے اس عمل کی رہنمائی کے لیے ایک ایسے نظریاتی سیاسی ڈھانچے کی ضرورت ہے جو امت کے عقیدے پر مبنی ہو، اس کی فکر میں رچا بسا ہو، اور اپنے نصب العین سے پوری طرح باخبر ہو۔ امت کو سابقہ تلخ تجربات سے بچانے کے لیے اس ڈھانچے میں دو بنیادی خصوصیات کا ہونا ناگزیر ہے:

1۔ یہ ڈھانچہ ایک ایسی منظم جماعت (حزب) کی صورت میں ہو جو خالصتاً اسلامی عقیدے پر استوار ہو، جو امت کی اسلامی ثقافت کے ذریعے ایسی آبیاری کرے کہ وہ اسلام کے ساتھ یکجان ہو جائے، اور اسے تمام فاسد افکار، باطل تصورات اور غیر اسلامی نظریات کے اثرات سے پاک کر دے۔

2۔ یہ جماعت (حزب) اس مقصد کے لیے کوشاں ہو کہ صرف اسلام ہی نافذ ہو، اور اس کا عقیدہ ہی ریاست کی بنیاد اور اس کے دستور و قوانین کی اساس قرار پائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی عقیدہ ایک عقلی اور سیاسی عقیدہ ہے جس سے ایک ایسا ہمہ گیر نظام برآمد ہوتا ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں: سیاسی، معاشی، ثقافتی اور سماجی مسائل کا جامع حل پیش کرتا ہے

یہ خصوصیات آج صرف حزب التحریر میں دستیاب ہیں، جس نے خود کو اور اپنے ارکان کو صرف مسلمانوں کو اقتدار میں لانے کے لیے نہیں، بلکہ اسلام کو اقتدار میں لانے کے لیے وقف کر دیا ہے۔ کیونکہ کتنے ہی مسلمان اقتدار کی کرسی پر بیٹھے لیکن انہوں نے اسلام کے خلاف جنگ کی اور اس کے دشمنوں کے ساتھ اتحاد کیا! لہٰذا، آج کی ذمہ داری اسلامی طرزِ زندگی کو دوبارہ بحال کرنا ہے، اور یہ صرف نبوت کے نقشِ قدم پر خلافتِ راشدہ کے قیام سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا للهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس چیز کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔" [سورۃ الانفال: 24]

امریکہ مادورو کا تختہ کیوں الٹنا چاہتا تھا؟

تحریر: استاذ مونس حامد–ولایہ عراق

(ترجمہ)

وینزویلا کبھی بھی امریکہ کے زیرِ اثر حلقے سے دور نہیں رہا، لیکن نکولس مادورو کے دور میں یہ اس کے حلقہ اثر میں رہنے والے ایک ملک سے بدل کر اس کے پہلو میں ایک جیوپولیٹیکل (جغرافیائی وسیاسی) کانٹا بن گیا۔ تب سے یہ تنازع انسانی حقوق یا انتخابات کی شفافیت کے بارے میں کم، اور اس بارے میں زیادہ رہا ہے کہ اقتدار کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہے، دولت پر کون قابض ہے، اور اثر ورسوخ کے نقشے کون کھینچتا ہے۔

ٹرمپ انتظامیہ نے "وینزویلا کو پھر سے عظیم بنانے" کا نعرہ بلند کیا، جیسا کہ اس نے دنیا کے دیگر حصوں میں بھی اسی طرح کے نعرے لگائے ہیں۔ تاہم، تاریخی تجربہ ثابت کرتا ہے کہ امریکہ بذاتِ خود ظلم وستم کی مخالفت نہیں کرتا، بلکہ وہ ان حکومتوں کی مخالفت کرتا ہے جو اس کی مرضی کے سامنے سرکشی کرتی ہیں۔ کتنی ہی ایسی حکومتیں ہیں، جو مادورو سے بھی کہیں زیادہ جابر ہیں، لیکن انہیں امریکہ کی بھرپور حمایت حاصل رہی، صرف اس لیے کہ انہوں نے اپنی منڈیاں کھول دیں، اپنی خود مختاری کا سودا کر لیا، اور اپنی سلامتی کو امریکہ کی مرضی سے وابستہ کر دیا۔

لہٰذا، مسئلہ یہ نہیں ہے کہ مادورو حکومت کیسے کرتا ہے، بلکہ یہ ہے کہ وہ کس کے فائدے اور مفادات کے لیے حکومت کرتا ہے؟

تیل اس خاموش کشمکش کا مرکزی نقطہ ہے۔ وینزویلا کے پاس دنیا کے سب سے بڑے معلوم تیل کے ذخائر موجود ہیں، اور یہ حقیقت اس پر ہونے والی شدید تنقید اور اسے نشانہ بنائے جانے کو سمجھنے کے لیے کافی ہے۔ امریکی نقطہ نظر سے خطرہ اس وقت مزید سنگین ہو گیا جب امریکی کمپنیوں کو بے دخل کر دیا گیا اور تیل کی برآمدات کا ایک بڑا حصہ چین اور روس کی طرف موڑ دیا گیا۔

اس لحاظ سے، مادورو محض ایک تیل سے مالا مال ملک کا صدر نہیں تھا، بلکہ ایسے اسٹریٹیجک وسائل کا محافظ تھا جو امریکی کنٹرول سے نکل چکا تھا، اور یہ وہ نافرمانی ہے جسے امریکہ اپنی استعماری لغت میں ناقابلِ معافی جرم سمجھتا ہے۔

روس اور چین کا وینزویلا سے قریبی تعلق "منرو ڈاکٹرائن" (Monroe Doctrine) کی صریح خلاف ورزی معلوم ہوتا ہے، یہ وہ اصول ہے جس کے تحت امریکہ ایک صدی سے زائد عرصے سے لاطینی امریکہ کو اپنا خصوصی حلقہ اثر سمجھتا رہا ہے۔ تاہم، وینزویلا نے امریکی اجازت کے بغیر چین اور روس کے لیے اپنے دروازے کھول دیے، اور اصل خطرہ یہی ہے: ایک "باغی" ریاست جو امریکہ کے قریبی جغرافیائی خطے میں اس کے دشمنوں کی میزبانی کر رہی ہے، یہ ایک ایسا سٹریٹیجک چیلنج ہے جسے امریکی سیاسی ذہنیت ناقابلِ قبول قرار دیتی ہے۔

مزید برآں، امریکہ کو ڈر ہے کہ یہ ماڈل دیگر اقوام کے لیے ترغیب بن سکتا ہے، جس سے غلبے سے آزادی کے نظریے کو فروغ ملے گا اور واحد قابلِ عمل انتخاب کے طور پر امریکی متبادل کے تصوراتی "تقدس" کو ٹھیس پہنچے گی۔ وینزویلا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ امریکی بیانیے سے اخلاقیات کا ہر لبادہ اتار دیتا ہے۔ مسئلہ کبھی بھی کسی قوم کی آزادی کا نہیں رہا، بلکہ خطرے میں پڑے اثر ورسوخ، بے لگام دولت، اور ایک ایسی حکومت کا رہا ہے جس نے محکوم بننے سے انکار کر دیا۔ اور یہی کہانی ہر جگہ دہرائی جاتی ہے: جو کوئی بھی طے شدہ اصولوں سے ہٹتا ہے، اس کا گھیراؤ کیا جاتا ہے اور پھر اسے نشانہ بنایا جاتا ہے، اس لیے نہیں کہ وہ ظالم یا آمر ہے، بلکہ اس لیے کہ اس نے آزاد رہنے کا انتخاب کیا۔

جب تک اقوام دوبارہ بیدار نہیں ہوتیں اور بیرونِ ملک سے آنے والی "نجات" کے بیانیے کو ختم نہیں کرتیں، وہ ان تنازعات کی قیمت ادا کرتی رہیں گی جو ان کے فائدے کے لیے نہیں بلکہ ان کے خرچ پر لڑے جاتے ہیں۔

اسی طرح، عالمِ اسلام کو بھی امریکہ کی اصل حقیقت کو سمجھنا چاہیے۔ اسے نہ تو امریکہ سے امداد طلب کرنی چاہیے اور نہ ہی اس سے فتح کی امید رکھنی چاہیے۔ اس کے بجائے، اسے امریکہ کے غلبے اور اس کی حمایت کرنے والے غدار حکمرانوں سے پیچھا چھڑانا چاہیے، اور حقیقی آزادی حاصل کرنی چاہیے۔ یہ مقصد نبوت کے نقشِ قدم پر "خلافتِ راشدہ" کے قیام سے حاصل ہو سکتا ہے، تاکہ وہ اس کے مطابق زندگی گزار سکے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اسْتَجِيبُواْ لِلّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُم لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾ "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے پکارنے پر حاضر ہو جاؤ جب وہ تمہیں اس چیز کے لیے پکاریں جو تمہیں زندگی بخشتی ہے۔" [سورۃ الانفال 24] اور دنیا کو امریکہ اور تمام استعماری طاقتوں سے نجات دلائے۔

ٹرمپ نے شامی گولان کی پہاڑیاں یہودی وجود کو عطیہ کر دیں

(ترجمہ)

امریکی صدر ٹرمپ نے اعلان کیا کہ انہوں نے شامی گولان کی پہاڑیاں یہودی وجود کو دینے کے فرمان پر دستخط کر دیے ہیں، پھر مذاق اڑاتے ہوئے کہا، "پھر مجھے معلوم ہوا کہ اس کی مالیت کھربوں ڈالر ہے، جس پر میں نے کہا کہ شاید مجھے ان سے بدلے میں کچھ مانگنا چاہیے تھا"۔

"الرایہ" میگزین: جو کوئی بھی 11 ستمبر 2001 کے بعد کے واقعات کا جائزہ لیتا ہے، اسے احساس ہوتا ہے کہ امریکہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک شدید صلیبی جنگ لڑ رہا ہے، جیسا کہ جارج ڈبلیو بش نے اس وقت اعلان کیا تھا، "یہ صلیبی جنگ، دہشت گردی کے خلاف یہ جنگ، طویل وقت لے گی"۔ اب، اپنی دوسری مدتِ صدارت میں، ٹرمپ نے یہودی وجود کے لیے اپنی لامحدود حمایت اور غزہ کی پٹی میں نسل کشی میں اس کی براہِ راست شرکت کے ذریعے اس تصور کی مزید تصدیق کر دی ہے، جس میں 70 ہزار سے زائد افراد جاں بحق اور اس سے کئی گنا زیادہ زخمی ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے مشرقِ وسطیٰ میں 70 ہزار سے زائد فوجی موجود ہیں، یہ تعداد یورپ میں اس کی موجودگی سے زیادہ ہے۔ اور امریکہ مسلمانوں کی دولت چوری کر رہا ہے، خاص طور پر خلیجی ریاستوں میں، جہاں ٹرمپ نے خطے کے اپنے حالیہ دورے میں 2 ٹریلین ڈالر جمع کیے۔ وہ اپنے تکبر اور ڈھٹائی کے سامنے مسلمانوں کے حکمرانوں کی محکومی کو یقینی بنائے ہوئے ہے۔

ٹرمپ کے گولان کی پہاڑیاں یہودیوں کو دینے کے ارادے کی تصدیق کے باوجود، شامی انتظامیہ خاموش ہے۔ وہ نیتن یاہو کے اس اعلان پر بھی خاموش رہی کہ اس کی افواج جبل الشیخ (ماؤنٹ ہرمون) اور ان علاقوں میں رہیں گی جہاں یہودی وجود کی فوج شامی سرزمین میں داخل ہو چکی ہے، جو کہ غزہ کی پٹی سے دوگنا بڑا علاقہ ہے۔ اور یہ شامی انتظامیہ، ان سب کے باوجود، اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن امریکہ کو خوش کرنے کے لیے نارملائزیشن (تعلقات کی بحالی) کی راہ پر گامزن ہے۔ ان کا فیصلہ کتنا برا ہے!۔

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے درمیان ایک اعصاب شکن جنگ؛

میدانِ جنگ:حضرموت

تحریر:انجینئر شفیق خمیس–ولایہ یمن

(ترجمہ)

صوبہ حضرموت میں حالیہ واقعات کو جس چیز نے ہوا دی وہ 21 نومبر 2025 کو ہونے والا وہ اعلان تھا جس کے تحت امریکی کمپنی 'جناح ہنٹ آئل کمپنی' (JHOC) کو صوبہ شبوہ (جو حضرموت کے قریب ہے) کے آئل سیکٹر 5 میں کام کرنے کا حق دیا گیا، جہاں اکتوبر 2022 سے پیداوار بند تھی۔ یہ واقعہ ایک ایسے وقت میں رونما ہوا جب سعودی حمایت یافتہ 'حضرموت قبائلی اتحاد' اپنا دائرہِ اختیار وسیع کر رہا تھا اور اپنی عسکری قوت منظم کر کے اثر و رسوخ میں اضافہ کر رہا تھا، جس سے برطانوی مہروں (proxies) کے مفادات کو خطرات لاحق ہو رہے تھے۔ اس کے ردعمل میں، 26 نومبر 2025 کو متحدہ عرب امارات کی حمایت یافتہ 'سدرن ٹرانزیشنل کونسل' (STC) کی افواج نے، جنہیں برطانیہ کی پشت پناہی حاصل ہے، حضرموت کی وادی 'سیئون' میں 'فرسٹ ملٹری ریجن' پر قبضے کے لیے "امید افزا مستقبل" (Promising Future) کے نام سے ایک فوجی مہم کا آغاز کیا؛ اس مہم کا بظاہر مقصد دہشت گردی کا مقابلہ اور اسلحے کی اسمگلنگ روکنا بتایا گیا۔ 'حضرموت انکلوسیو کانفرنس' کے سربراہ عمرو بن حبریش العلی کی قیادت میں قبائلی اتحاد کی افواج نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے 29 نومبر 2025 کو 'پیٹرومسیلہ' کمپنی کے تیل کے کنوؤں پر دھاوا بول دیا۔ تاہم، سدرن ٹرانزیشنل کونسل (STC) کی افواج حضرموت اور پڑوسی صوبے 'المہرہ' پر اپنا مکمل تسلط قائم کرنے کے لیے ان کی طرف پیش قدمی کرتی رہیں۔ اس صورتحال کے پیشِ نظر محمد القحطانی کی سربراہی میں ایک سعودی کمیٹی اور ایک مقامی ثالثی کمیٹی تشکیل دی گئی تاکہ STC اور عمرو بن حبریش کی افواج کے درمیان مسلح تصادم کو روکا جا سکے۔ 9 دسمبر 2025 کو STC نے وادی حضرموت اور المہرہ پر اپنے مکمل کنٹرول کا اعلان کر دیا۔ نتیجتاً، سعودی عرب نے 12 دسمبر

2025 کو اماراتی نمائندوں کے ہمراہ ایک دوسری ٹیم عدن بھیجی تاکہ STC کے ساتھ ان کی افواج کی واپسی اور بیرکوں کو 'ہوم لینڈ شیلڈ فورسز' کے حوالے کرنے کے انتظامات پر بات چیت کی جائے، اور ساتھ ہی کونسل کو 2019 کے ریاض کانفرنس کی سفارشات پر عمل درآمد کی تاکید کی گئی۔

سدرن ٹرانزیشنل کونسل کی جانب سے وادی حضرموت سے انخلا کے انکار پر ریاض نے 20 دسمبر 2025 کو حضرموت کے علاقوں الودیعہ اور العبر میں 20,000 'ہوم لینڈ شیلڈ فورسز' کے اہلکار تعینات کر دیے۔ اس تعیناتی کے جواب میں ابوظہبی نے STC کو اپنی مکمل حمایت کا یقین دلایا۔ پھر 25 دسمبر 2025 کو ریاض نے دوبارہ طاقت کا لہجہ اختیار کیا اور اپنی وزارت خارجہ کے ذریعے بیان جاری کیا کہ "اس صورتحال کے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں"۔ تیسری بار، 27 دسمبر 2025 کو وزیر دفاع خالد بن سلمان نے واضح کیا کہ "اب وقت آگیا ہے کہ سدرن ٹرانزیشنل کونسل اپنی افواج کو حضرموت اور المہرہ کے کیمپوں سے نکال لے"۔ ریاض نے اس مقصد کے لیے 29 دسمبر 2025 کی حتمی مہلت (ڈیڈ لائن) مقرر کی۔ اسی اثنا میں دو جداگانہ ڈرون حملوں میں متعدد سپاہی ہلاک و زخمی ہوئے؛ ایک حملہ وادی نہیب میں 'حضرمی ایلیٹ فورسز' پر اور دوسرا 'خشم العین' میں STC کے اہلکاروں پر ہوا، جن کے بارے میں مانا جاتا ہے کہ یہ ریاض کی ایماء پر کیے گئے تھے۔

حیران کن طور پر، 30 دسمبر 2025 کو آٹھ رکنی صدارتی کونسل کے سربراہ نے یمن میں 90 روزہ ہنگامی حالت نافذ کر دی اور متحدہ عرب امارات کے ساتھ مشترکہ دفاعی معاہدہ منسوخ کرتے ہوئے اماراتی افواج کو 24 گھنٹوں میں یمن چھوڑنے کا حکم دے دیا۔ اسی اثنا میں، اتحادی افواج نے حضرموت کی بندرگاہ 'مکلا' پر ان ہتھیاروں اور بکتر بند گاڑیوں کو بمباری کا نشانہ بنایا جو فجیرہ (متحدہ عرب امارات) سے دو بحری جہازوں کے ذریعے پہنچی تھیں۔ العلیمی نے شہریوں کے تحفظ کے بہانے سعودی افواج کو حضرموت میں داخل ہونے کی درخواست کی۔ طارق عفاش، عبدالرحمن المحرمی اور فرج البحسانی نے عیدروس الزبیدی کے ساتھ ہاتھ ملالیا۔ العلیمی کا استعفیٰ دراصل سعودی عرب کے شدید دباؤ کا نتیجہ تھا؛ جب بھی سعودی دباؤ بڑھتا، برطانیہ اپنے دوسرے بازو یعنی سدرن ٹرانزیشنل کونسل (STC) کے ذریعے متحرک ہو جاتا۔

حضرموت میں سدرن ٹرانزیشنل کونسل (STC) کے داخلے کے بعد گزشتہ ماہ کے سیاسی واقعات کے تسلسل پر نظر ڈالیں تو، ریاض نے اپنی وزارتِ خارجہ کے ذریعے جمعرات 25 دسمبر 2025 کو ایک بیان جاری کیا جس میں نشاندہی کی گئی کہ "حضرموت اور المہرہ کی گورنریٹ میں حال ہی میں سدرن ٹرانزیشنل کونسل کی جانب سے کی جانے والی فوجی نقل

وحرکت صدارتی قیادت کونسل کی منظوری یا اتحاد (کولیشن) کی قیادت کے ساتھ ہم آہنگی کے بغیر یکطرفہ طور پر کی گئی تھی۔" بیان میں مزید کہا گیا، "ہم کشیدگی ختم کرنے کے لیے سدرن ٹرانزیشنل کونسل کے اقدام اور اس کی افواج کے مشرقی گورنریٹ حضرموت اور المہرہ سے سہولت کے ساتھ اور فوری انخلا پر بھروسہ کرتے ہیں۔" اگلے دن، متحدہ عرب امارات کی وزارتِ خارجہ نے ایک بیان جاری کیا جس میں "یمنی عوام کے مفادات کی خدمت اور استحکام وخوشحالی کے لیے ان کی جائز امنگوں کو پورا کرنے میں اپنے کردار" کی توثیق کی۔ اس نے "یمن میں استحکام اور ترقی کو مضبوط بنانے میں تعاون کرنے والی تمام کوششوں کی حمایت کرنے کے اپنے عزم کا بھی اعادہ کیا، جس کا خطے کی سلامتی اور خوشحالی پر مثبت اثر پڑے گا۔" اس کے بعد قطر، عمان، کویت اور بحرین کی جانب سے بھی بیانات جاری کیے گئے۔

واقعات کا یہ سلسلہ، جس کا آغاز 18 نومبر 2025 کو مشرقِ وسطیٰ، شمالی افریقہ، افغانستان اور پاکستان (MENAP) کے لیے برطانوی وزیر مملکت ہیمش فالکنر کے عدن کے دورے سے ہوا، اس کے بعد محمد بن سلمان کا دورہ واشنگٹن، پھر 21 نومبر 2025 کو شبوہ میں آئل سیکٹر 5 کو ایک ہفتے کے اندر 'جناح ہنٹ آئل کمپنی' کے حوالے کرنے کا فیصلہ، 26 نومبر 2025 کو 'آپریشن پرومسنگ فیوچر' کا آغاز، اور 29 نومبر 2025 کو پیٹرومسیلہ کے تیل کے ذخائر میں عمرو بن حبریش العلیبی کی افواج کا داخلہ؛ یہ تمام واقعات اس بات میں کوئی شک نہیں چھوڑتے کہ یہ سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، جن کا بنیادی مقصد مشرقی یمن میں تیل کی دوڑ ہے۔

سدرن ٹرانزیشنل کونسل کی حضرموت اور المہرہ کی گورنریٹ میں اپنی افواج کی تعیناتی 2023 میں طے شدہ روڈمیپ کو نقصان پہنچاتی ہے۔ صنعاء اور عدن کے درمیان مذاکرات کے ایک نئے دور کے آغاز کے لیے انتظامات جاری تھے، جنہیں 'آپریشن ڈیسیسیو اسٹورم' کی وجہ سے ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یہ اقدام حوثیوں کو، جو حضرموت اور المہرہ کے واقعات میں بظاہر غائب لیکن درحقیقت موجود ہیں، صنعاء میں حکومت کرنے کے لیے قانونی جواز فراہم کرنے میں مزید تاخیر کا باعث بنتا ہے۔ اس کے بجائے، یہ جنوبی یمن کو بکھرنے کی طرف دھکیل رہا ہے، جس کے نتیجے میں ممکنہ طور پر اس کے کچھ حصے ہاتھ سے نکل سکتے ہیں، اور یہ صورتحال 'سائیکس پیکو' (Sykes-Picot) معاہدے سے بھی زیادہ خطرناک حد تک تقسیم کی حامل ہو سکتی ہے۔

سدرن ٹرانزیشنل کونسل کا منصوبہ برطانوی استعماری تنازعہ کا احیاء ہے، جو اب متحدہ عرب امارات کے ذریعے لڑا جا رہا ہے، اور شاہ سلمان اور اس کے بیٹے محمد کے زیرِ اثر ریاض کے امریکی عزائم ہیں۔ یہ بلاشبہ ماضی کے استعماری تنازعات کی

یاد دلاتا ہے، جیسے کہ 26 جون 1978 اور 13 جنوری 1986 کے واقعات۔ یمن کے عوام کے لیے اب واحد راستہ یہی بچا ہے کہ وہ اپنی سابقہ حالت یعنی ایمان، حکمت اور فقہ کی طرف لوٹ جائیں۔ امریکہ، جو حضرموت کے واقعات میں کسی مداخلت نہ ہونے کا ڈھونگ رچاتا ہے، وہی امریکہ ہے جس کی کمپنی 'پین امریکن پیٹرولیم اینڈ ٹرانسپورٹ کمپنی' نے 1960 میں ثمود، حضرموت میں تیل کا ایک آزمائشی کنواں کھوداتھا۔ یہ وہی امریکہ ہے جو آج آبنائے ہرمز اور آبنائے باب المندب کو نظر انداز کر کے تیل کی تجارت کو بحر اوقیانوس کے روایتی راستے کے بجائے مشرق میں بحر ہند اور بحر الکاہل کی طرف موڑنے کے لیے کام کر رہا ہے۔

نام نہاد آزادی کے 58 سال بعد ایک برطانوی وزیر کے نمودار ہونے کے کیا معنی ہیں؟

یہ واقعات حضرموت اور المہرہ دونوں جگہوں پر رونما ہو رہے ہیں جو بحیرہ عرب کے ساحل پر واقع ہیں، اور بحیرہ احمر میں جاری تنازعہ کے قریب ہیں۔ بحیرہ عرب پر کنٹرول کی خواہش ابوظہبی کی جانب سے جزیرہ سقطریٰ اور یمنی جزائر میون اور زوکر پر قبضے کے ساتھ ساتھ وہاں یہودی انٹیلی جنس کی موجودگی سے جڑی ہوئی ہے۔ یہودی وجود کے 'انسٹی ٹیوٹ فار نیشنل سیکیورٹی اسٹڈیز' (INSS) نے حضرموت اور جنوبی گورنریٹ پر سدرن ٹرانزیشنل کونسل کے کنٹرول کے حقیقی پہلوؤں کو بے نقاب کیا ہے۔ یہ کونسل جنوبی یمن کی علیحدگی کے لیے سیاسی اور سیکیورٹی تعاون کے بدلے یہودی وجود کے ساتھ تعلقات معمول پر لانے اور 'ابراہیمی معاہدے' (Abraham Accords) میں شامل ہونے کے لیے تیار ہے۔

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات، یمن کی تقسیم میں مہروں کے طور پر کام کر رہے ہیں، اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ خود اسی طرح کے انجام کا شکار ہونے سے محفوظ رہیں گے۔ عراق اور یمن کی تقسیم نجد اور حجاز کو بکھرنے کی راہ پر تیسرا ملک بنادے گی؛ یہ وہ منصوبہ ہے جو 2001 میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نام نہاد "صلیبی جنگ" کے آغاز کے ساتھ ہی وضع کیا گیا تھا۔ جہاں تک متحدہ عرب امارات کا تعلق ہے، جو تارکینِ وطن ملازمین سے بھرا ہوا ہے جن کی تعداد اس کی اپنی مقامی آبادی سے نو گنا زیادہ ہے، اس نے خود کو ایسے خطرات سے دوچار کر دیا ہے جنہیں نہ تو مغربی استعماری پالیسیوں کی مسلسل خدمت اور نہ ہی یہودی وجود کے ساتھ اس کے قریبی تعلقات روک سکتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ حضرموت ایک بھٹکی ہوئی روح کی طرح کھڑا ہے، جو نہ صنعاء کے اختیار کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے اور نہ ہی سدرن ٹرانزیشنل کونسل کے۔ تاہم، سعودی عرب اسے بھی ضم کرنے کی خواہش رکھتا ہے، بالکل اسی طرح جیسے اس نے 1934 کی جنگ کے بعد یمن سے عثمانی صوبہ عسیر کو ہتھیا لیا تھا۔

حضرموت اور عام طور پر یمن کے لوگوں کا اصل مسئلہ ان لوگوں کی حکمرانی ہے جو حکمران کہلانے کے لائق نہیں ہیں۔ یہ لوگ یمن کے بین الاقوامی تنازعے میں ملوث ہیں اور انہیں ان طاقتوں نے مسلط کیا ہے جو ایک متحد سیاسی وجود کے اندر اسلام کے احیاء سے خوفزدہ ہیں۔ دریں اثنا، صالح اور پرہیزگار لوگ سیاسی میدان میں کسی بھی فعال کردار سے محروم اور پسماندہ ہیں، سوائے اس صورت کے کہ وہ اس جدوجہد میں شامل ہوں اور نبوت کے طریقے پر دوسری خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے اسلامی طرزِ زندگی کے احیاء کے لیے کام کریں۔

عراق کے لیے اقوامِ متحدہ کے امدادی مشن (UNAMI) نے عراق کو کیا دیا؟ اور وہ عراق کو کس حال میں چھوڑ کر گیا؟!

تحریر: استاد احمد الطائی–ولایہ عراق

(ترجمہ)

2003 میں عراق پر امریکی قبضے کے بعد، 14 اگست 2003 کو اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی قرارداد نمبر 1500 جاری کی گئی، جس کے تحت عراق کے لیے اقوامِ متحدہ کے امدادی مشن (UNAMI) کا قیام عمل میں آیا۔ اس وقت اس مشن کا قیام عراقی حکومت کی درخواست پر نہیں ہوا تھا۔ اس کا ظاہری مقصد مشورے، تعاون اور امداد فراہم کر کے عراقی حکومت کی مدد کرنا تھا تاکہ عراق سیاسی و اقتصادی ترقی کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہو سکے اور بین الاقوامی برادری کے ساتھ مثبت طور پر جڑ سکے، اور مقامی، علاقائی و بین الاقوامی سطح پر پیدا ہونے والے مسائل کو حل کر سکے۔ اس کا پہلے نمائندا جیو ویرا ڈی میلو تھا، جو اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے کے محض پانچ روز بعد 19 اگست 2003 کو بغداد کے کینال ہوٹل میں ہونے والے دھماکے میں ہلاک ہو گیا تھا۔ اس کے بعد دیگر نمائندے آئے، جن میں جینین ہینس پلاسخارٹ اور حال ہی میں ڈاکٹر محمد الحسن سب سے نمایاں ہیں۔

آپریشن کے دو دہائیوں سے زیادہ عرصے کے بعد، اقوامِ متحدہ کے اس مشن کو ہفتہ، 13 دسمبر 2025 کو باضابطہ طور پر ختم کر دیا گیا۔ یہ اعلان اقوامِ متحدہ کے سیکرٹری جنرل انتونیو گوتریس کے دورہ بغداد کے موقع پر سامنے آیا، جو سبکدوش ہونے والے عراقی وزیرِ اعظم محمد شیعہ السودانی کی جانب سے 21 مئی 2024 کو سیکرٹری جنرل کو جمع کرائی گئی باضابطہ درخواست کے بعد کیا گیا تھا۔

تو، اس مشن نے اپنے 22 سالوں میں کیا حاصل کیا؟

مشن کے دعوے کے مطابق، اس کا سب سے اہم کارنامہ ثالث اور مبصر کے طور پر کردار ادا کرنا تھا، بالخصوص دستور سازی، جامع سیاسی مکالمے، قومی مفاہمت کے فروغ، انتخابات کے انعقاد اور سیکیورٹی سیکٹر کی اصلاحات جیسے حساس عبوری مراحل کے دوران۔ اقوامِ متحدہ کے مشن کے نمائندے محمد الحسن نے اپنے الوداعی خطاب میں جو سنہری تصویر کشی کی، وہ عراق کی زمینی حقیقت سے کوسوں دور تھی۔ انہوں نے عراق کو ایک ایسے جنت نظیر اور "مثالی ملک کے طور پر پیش کیا جو اب مسائل سے پاک ہے اور سیاسی پختگی حاصل کرنے کے بعد اپنی حکومت خود چلانے کے قابل ہے!"۔ ان کے بقول، اسے اب اقوامِ متحدہ کی اس سرپرستی کی ضرورت نہیں ہے جس نے نئے عراق کی تعمیر کی نگرانی کی، اور عوام اب بیلٹ بکس کے ذریعے پارلیمنٹ میں اپنے نمائندے منتخب کرنے کے قابل ہیں، اور اسی طرح کی کئی دیگر تعریفیں جو خوشامد کے زمرے میں آتی ہیں!

یہاں ہمیں یہ پوچھنا چاہیے: دو دہائیوں سے زیادہ کی موجودگی اور ان تمام نام نہاد کامیابیوں کے بعد، اقوامِ متحدہ کا یہ مشن (UNAMI) عراق کو کس حال میں چھوڑ کر گیا؟

اس نے عراق کو بدترین حالت میں چھوڑا: ایک ایسا ملک جو اپنی خودمختاری سے محروم، قرضوں کے بوجھ تلے دبا ہوا، بدعنوانی (کرپشن) میں دھنسا ہوا، اور امن و امان سے خالی ہے، جہاں اسلحہ اور مجرمانہ گروہوں کی حکمرانی ہے۔ ان کے دعووں اور ملک کی تلخ حقیقت کے درمیان یہ تضاد اور جھوٹ حیران کن نہیں ہے، کیونکہ یہ تنظیمیں کبھی بھی انسانیت کی خدمت کے لیے قائم نہیں کی گئیں۔ اس کے بجائے، یہ استعماری تنظیمیں ہیں جو قابض کے ایجنڈوں کو نافذ کرتی ہیں اور شہد میں لپٹا ہوا زہر پیش کرتی ہیں۔ عراق کے عوام نے اقوامِ متحدہ کی ایلچی جینین ہینس پلاسخارٹ کی بدنیتی پر مبنی کارروائیوں کا مشاہدہ کیا، جنہوں نے 2019 سے 2024 تک عراق میں کام کیا۔ انہوں نے ٹیلی ویژن چینلز اور سوشل میڈیا پر اپنی موجودگی کے ذریعے ایک بڑا میڈیا امیج بنایا، جہاں وہ عراقی سیاستدانوں، وزیر اعظم اور سپیکر پارلیمنٹ سے لے کر صدر اور یہاں تک کہ مسلح گروہوں کے رہنماؤں سے اپنی ملاقاتوں کی تشہیر کرتی تھیں۔ انہوں نے گرینڈ آیت اللہ سیستانی سے بھی دو بار ملاقات کی۔ اس سب کے باوجود، انہوں نے حالات کی خرابی اور ملک کی تنزلی کا مشاہدہ کیا، لیکن اس تکلیف کو کم کرنے کے لیے کوئی مدد فراہم نہیں کی۔ اس کی وجہ، جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا، یہ ہے کہ وہ ملک کے مسائل حل کرنے نہیں بلکہ انہیں مزید بگاڑنے آئی تھیں، اور اس دوران وہ اپنے مشن کے تقریباً 648 ملازمین کی بھاری تنخواہیں اور مراعات وصول کرتی رہیں۔

جہاں تک اس فیصلے کے بین الاقوامی اثرات کا تعلق ہے، چین، روس، برطانیہ اور فرانس نے مشن کے خاتمے کی حمایت کی۔ تاہم، امریکہ نے تحفظات کا اظہار کیا، اور بہت سے اہم سیاسی مسائل، جیسے انتخابات کے انعقاد میں تعاون اور انسانی حقوق کے فروغ میں مشن کے کلیدی کردار پر زور دیا۔ اس امریکی موقف کے مطابق، عراق آنے والے دنوں میں نئے واقعات اور ایک نئے منظرنامے کا سامنا کر سکتا ہے:

یا تو نام نہاد قومی خودمختاری کی مضبوطی اور امریکی وژن کے مطابق سیاسی عمل کی حمایت، جو عراق کی خودمختاری اور امریکی سرمایہ کاری کے غلبے کو ظاہر کرے (جو سیاسی مفاہمت کے بعد ممکن ہے، خاص طور پر مسلح گروہوں کے معاملے میں — اور یہی وہ چیز ہے جس پر سوڈانی انتظامیہ نے اطمینان کا اظہار کیا ہے)، یا پھر افراتفری، سیکورٹی کی تباہی، سیاسی انتقام اور عراق کا مزید تاریک گڑھے میں گر جانا۔ مختصراً، عراقی عوام کی تکالیف کے حوالے سے یہ مشن 2003 میں اس وقت عراق میں داخل ہوا جب وہ ایک مقبوضہ اور انتہائی کسمپرسی کا شکار ملک تھا، اور اسے اس سے بھی بدتر حالت میں چھوڑ کر گیا، جو سیاسی، سماجی، سیکورٹی اور اخلاقی مسائل اور بحرانوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ منشیات کا عام استعمال، غربت، بے روزگاری، اسلحے کی بھرمار، وسیع پیمانے پر بدعنوانی، اور عوامی فنڈز کی ریکارڈ سطح پر چوری، اور اندرونی و بیرونی قرضوں کا بوجھ ہے... تو، اس مشن نے اصلاح کے لیے کیا کردار ادا کیا، اور کیا اس کی موجودگی اس کی غیر موجودگی سے بہتر تھی؟

چنانچہ ہم کہتے ہیں: ہم اپنے دشمنوں سے اپنے مسائل کے حل اور اصلاح کی بھیک نہیں مانگ سکتے۔ بلکہ، ہمیں خود پہل کرنی ہوگی اور اپنی راہ کے کانٹے خود نکالنے ہوں گے۔ یہ صرف اپنی اسلامی شناخت کو بیدار کرنے، اپنے تہذیبی منصوبے کو اپنانے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شریعت کو نافذ کر کے اس کی حاکمیت قائم کرنے سے ہی ممکن ہے۔ ایسا کرنے سے ہی ہماری ماضی کی عظمت اور کھویا ہوا وقار واپس آئے گا، اور ہم ان "اجنبیوں" میں شامل ہوں گے جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **«بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيباً ثُمَّ يَعُودُ غَرِيباً كَمَا بَدَأَ، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ»** "اسلام کی ابتدا اجنبی حالت میں ہوئی تھی اور عنقریب وہ پھر ویسا ہی اجنبی ہو جائے گا جیسے شروع ہوا تھا، پس خوشخبری ہے ان اجنبیوں کے لیے"۔ عرض کیا گیا: **«يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنْ الْغُرَبَاءُ؟»** "اے اللہ کے رسول ﷺ، وہ اجنبی کون ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا: **«الَّذِينَ يُصْلِحُونَ إِذَا فَسَدَ النَّاسُ»** "وہ لوگ جو اس وقت اصلاح کرتے ہیں جب لوگ بگڑ چکے ہوں"۔

یہی وہ واحد علاج ہے جو کفر اور اس کی بنیادوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینک سکتا ہے، قبضے اور اس کی تنظیموں کا خاتمہ کر سکتا ہے، اور اس کے سیاسی، معاشی، سماجی اور ثقافتی بازوؤں کو کاٹ سکتا ہے۔ بیماری واضح ہے، علاج معلوم ہے، اور اسلام کے سوا کوئی دوسرا علاج نہیں ہے۔

نئے شام میں: مجرموں کو بری کر دیا گیا، معززلوگوں کو سزا سنائی گئی

(ترجمہ)

شامی وزارتِ انصاف نے ایک بیان جاری کیا جس میں آئین کے ذریعے ضمانت شدہ عوامی حقوق اور آزادیوں کے احترام اور قانون کی حکمرانی کے لیے شامی ریاست کے عزم کی توثیق کی گئی ہے۔

اس کے جواب میں، شام میں حزب التحریر کے میڈیا آفس کے رکن، عبدو الدلی نے حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کے لیے ایک تبصرہ لکھا، جس میں دو واضح طور پر متضاد مناظر کا موازنہ کیا گیا:

انہوں نے کہا کہ پہلا منظر چند دن پہلے رہا ہونے والے لوگوں کے ایک گروہ سے متعلق ہے۔ حسن صوفان نے اس رہائی کو "ریاست کی طرف سے اختیار کی گئی مفاہمتی پالیسی" کے فریم ورک کے اندر قرار دیا، اور دعویٰ کیا کہ رہا ہونے والوں کے ہاتھ خون سے نہیں رنگے ہوئے تھے۔ تاہم، حقائق نے ثابت کیا کہ ان میں وہ افسران بھی شامل تھے جنہوں نے ان فعال فوجی یونٹوں میں خدمات انجام دیں جنہوں نے براہِ راست یا بالواسطہ عوامی انقلاب کو کچلنے میں حصہ لیا تھا۔ اس کے باوجود انہیں رہا کر دیا گیا اور کھلے دل سے ان کا استقبال کیا گیا، یہ سب کچھ آئین کی چھتری تلے ہوا!۔

اس کے برعکس دوسرے منظر میں، اپنی اپنی تاریخ رکھنے والے نوجوانوں پر مکمل رازداری میں مقدمہ چلایا جا رہا ہے؛ ایک نقاب پوش جج، ایک نقاب پوش جیلر، یہاں تک کہ مقرر کردہ دفاعی وکیل بھی استغاثہ کے وکیل جیسا نظر آتا تھا، اور تمام شباب بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ انہیں ایسی سخت سزائیں دی گئیں جن کی مثال میں نے پہلی بار صیدنایا جیل میں سنی تھی، جب سپریم اسٹیٹ سیکیورٹی کورٹ مین موجود ایک نوجوان نے کہا تھا، "مجھے بارہ سال کی سزا سنائی گئی ہے"۔

عبدو الدلی مزید لکھتے ہیں: یہ دونوں مناظر کے درمیان ایک عجیب تضاد ہے، جو ہمیں جائز سوالات کی طرف لے جاتا ہے: کیا آئین کا اطلاق چنیدہ طور پر کیا جا رہا ہے؟ کیا حقوق اور آزادیوں کا احترام ایک گروہ کے لیے ہے اور دوسرے کے لیے نہیں؟ کیا اظہارِ رائے کی آزادی کچھ لوگوں کا خصوصی حق بن گئی ہے اور دوسروں کے لیے ممنوع؟!۔

یہ سوالات ان وزیرِ انصاف کے لیے ہیں، جو منبر پر چڑھے اور ناانصافی اور اس کے نتائج سے خبردار کیا۔ اگر وہ اس بات سے بے خبر ہیں کہ ان کی وزارت کے دائرہ اختیار میں عدالتوں اور علاقوں میں کیا ہو رہا ہے، تو یہ ایک بہت بڑی آفت ہے۔ تاہم، اگر وہ جانتے ہیں، تو آفت اس سے بھی بڑی ہے!۔